تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

شہادت ۱۳۶۱ہش / اپریل ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ ہجری

شہادت ۱۳۶۱ھ ہش

اپریل ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت ۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان		۱۵/- پندرہ روپے سالانہ
امریکہ کینیڈا جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک	۱۵۰/- ایک سو پچاس ،،
	،، بحری ڈاک	۸۰ اسی ،،
دیگر غیر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک	۱۰۰ ایک سو ،،
	،، بحری ڈاک	۶۰ ساٹھ ،،

فہرست مضامین

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: سید عبد الحی

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت: محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ ہذا ۔ ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۳	ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ	شمارہ ۴

شہادت ۱۳۶۱ہش

اُن کو وداع کا سلام

عبداللہ بن مغفّل مروی ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ میں آپ سے محبّت کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا فَانْظُرْ ما تقول ۔ تو غور کرلے کیا کہہ رہا ہے۔ اُس نے پھر یہی دُہرایا۔ اور آپ نے پھر یہی فرمایا جو کہہ رہا ہے اس پر غور و فکر کرلے۔ تیسری بار جب اُس نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا اگر تو مجھ سے محبّت کرتا ہے تو فقر کے لئے تیار ہوجا کیونکہ مجھ سے محبّت کرنے والے کی طرف فقر یعنی محتاجی اور تنگ دستی اس طرح اُمڈ کر آتی ہے جیسے سیلاب۔ (ترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی فضل الفقر)

شارحین نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ آزمائشیں اور مصائب سے اُسے واسطہ پڑے گا۔ اور پھر اس کی تائید میں وہ مشہور حدیث بھی لائے کہ سب سے بڑی آزمائش انبیاء علیہم السّلام پر آتی ہے۔ اُن سے کم روحانی مرتبہ والوں پر اُن سے کم آزمائش آتی ہے۔ اور اس سے کم درجہ والوں پر آزمائش اس سے کم درجہ کی آتی ہے۔ یہ الٰہی سنّت ہے کہ خدا کے پیارے اس کی راہ میں ستائے جاتے ہیں مصائب کی بھٹی اُن کے ایمان اور قربِ خداوندی کو بڑھاتی ہے۔ آزمائش انہیں خدا کی رضا نصیب کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

اِنّ اللّٰہ اشتریٰ مِنَ المؤمنین انفسھم واموالھم بِانّ لھم الجنۃ (التوبہ آیت ۱۱۱)

جنّت یعنی خدا کی رضا کے حصول کے لئے جان و مال کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔

محدّثین نے باب باندھا ہے مالقی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکۃ۔ کہ مکّہ میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہ کو مشرکین سے کیا کیا تکلیفیں پہنچیں ۔ عمّارؓ بن یاسر۔ بلالؓ۔ خبابؓ بن ارت کو کس طرح ظالم تختہ مشق بناتے۔ کس طرح اذیّتیں دیتے۔ لیکن ان اذیّتوں کے نتیجہ میں انہوں نے اسلام کو چھوڑا نہیں۔ بلالؓ کے جسم پر ظالم کوڑے برساتے اور کہتے خدا کی توحید کا انکار کردو تو صاحب ذوق بلالؓ کوڑے کی تڑاخ کے ساتھ اَحَدٌ اَحَدٌ کا نعرہ بلند کرتے کہ خدا ایک ہے۔ خباب بن ارت

کی پشت کا چمڑہ جل گیا۔لیکن ان کا ایمان جلا پکڑ گیا۔ان مصائب نے اسلامی تاریخ کے صفحات کو زینت بخشی۔

خدا کے پیارے کب پھولوں کی سیج پر سوتے ہیں۔ان کی تو راتیں کروٹیں بدلتے گذرتی ہیں تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً (السجدۃ آیت ۱۶) ان کا راستہ تو کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔ابناءِ دُنیا ان پر پھول نہیں پتھر برساتے ہیں۔ اور یہی سنّت ہے کہ اُس یارِ ازلی کے نام لیواؤں کو دُنیا اھلاً و سھلاً نہیں کہتی۔وہ انہیں دھتکارتی اور بُرا بھلا ہی کہتی ہے۔لیکن وہ جو آخیر تک صبر کرتے ہیں۔وہ خدا سے اجر پاتے ہیں۔خدا کی برکتوں اور فضلوں کے دروازے اُن پر کھولے جاتے ہیں۔دیکھئے حضرت اقدس ہمیں مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

"کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ابتلاؤں کے میدان میں اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من ٭ آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

(مَیں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تو میری پشت دیکھے مَیں تو وہ ہوں کہ میرا سر خاک و خون میں پڑا دیکھیگا۔ناقل)

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں۔جن کو مَیں نے طے کرنا ہے۔پس جن لوگوں کے نازک پَیر ہیں۔وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔اور اُن کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں۔ہرگز نہیں ہو سکتے۔مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے پس جو جدا ہونے والے ہیں جُدا ہو جائیں۔ان کو وداع کا سلام۔" (انوار اسلام صفحہ ۲۴ روحانی خزائن)

ثلج کے آنے کے دِن

موسمی تغیّرات پر کسی انسان کو تصرّف نہیں۔اسی لئے حدیث میں آتا ہے لا تسبّوا الدھر کہ گردشِ لیل و نہار کو بُرا بھلا مت کہو۔ اس کے پیچھے قدرت کا ہاتھ کارفرما ہے۔حدیث میں آتا ہے۔جو یہ کہتا ہے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی۔وہ سبب بنا بارش کا فقد کذب اُس نے خدا کی قدرت کا انکار کیا۔اس لئے صحیح مسلک یہ ہے کہ مؤثر بذاتہٖ خدا کی ذات ہے۔وہ چاہے تو تاثیر رکھ دے۔چاہے تو تاثیر اٹھا لے ـــ معرفتِ خداوندی رکھنے والے کو پھول کی پتی میں خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔کائنات کا نظام، اس کی ترتیب اُسے ربّ العٰلمین کا پتہ دیتی ہے۔صحیح تو یہی عقیدہ ہے کہ اس دُنیا میں ایک پتّہ بھی خدا کے اذن کے بغیر نہیں ہلتا۔نسیمِ سحر کی اٹھکیلیاں، غنچوں کی چٹک، عندلیب کی

نغمہ ریزی، آبشار کا نغمہ، سب اُسی کے حُسن و جمال کے مظہر ہیں۔ تمام تغیرات کا منبع وہ ذاتِ ازلی ہے ــــ۔

آج سے چھہتر سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو فرمایا:۔

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

کہ ایسے موسمی تغیرات ہوں گے کہ بہار کی آمد کے ساتھ برفباری ہوگی۔ ۱۹۶۷ء کے موسم بہار میں راقم الحروف دمشق کے محلّہ شاغور میں زاویۃ الحصنی میں مقیم تھا۔ یکدم بادل اُٹھے اور بارش کے ساتھ برفباری شروع ہوگئی۔ میرے بزرگ میزبان منیر الحصنی صاحب نے مجھے آوازیں دینا شروع کیں۔ یا استاذ سیف۔ یا استاذ سیف انظر ھطل الثلج۔ ھطل الثلج وقال المسیح الموعود۔ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن ۔ اے استاذ سیف۔ دیکھ برف باری ہو رہی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا تھا۔ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن ــــ اور جب کبھی ــــ موسم بہار میں برف باری ہوتی ہے۔ سردی لوٹ کر آتی ہے تو زبان پر یہ جاری ہو جاتا ہے۔

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

سچ ہے موسمی تغیرات، گردشِ لیل و نہار، انقلابِ دوران کے پیچھے وہی ذاتِ احدیّت کارفرما ہے۔ وہ قدرتوں والا اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتا ہے ــــ

اے قدرتوں والے۔ تیری قدرتوں کی کوئی حد و بست نہیں۔ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھا ــــ اپنے وعدے پورے فرما ــــ کہ تو سچے وعدوں والا ہے۔

تربیتی کلاس

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ایک مقصد تعلیم اور فہم و دانش کی عطا بیان فرمائی ہے فرمایا وَ یعلمھم الکتاب والحکمۃ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف افراد اور وفود کو دینی علوم سکھاتے پھر فرماتے احفظوہ واخبروہ من ورائکم۔ کہ اسے ذہن نشین کر لو اور جا کر ان کو سکھاؤ جو یہاں نہیں آئے۔

خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاس اسی غرض کیلئے تیئیس اپریل سے تین مئی تک مرکز میں قائم کی جا رہی ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ اس کلاس میں تمام جماعتوں کی سو فیصد نمائندگی ہو میٹرک کے امتحان سے فارغ ہونے والے تمام طلباء اور دوسرے خدام کو اس کلاس میں شامل ہو کر استفادہ کرنا چاہیئے۔ مرکز کے رُوح پرور ماحول، حضور پُر نور کی زیارت۔ اُن کی اقتداء میں نماز باجماعت اور آپ کے رُوح پرور کلمات سنیئے۔ علماء سلسلہ کے اسباق کو ذہن نشین کیجئے۔ متاعِ ایمان سے لبریز دامن سے واپس گھر جائیں۔ اور جا کر اپنی مجالس اور جماعتوں میں ان اسباق کا اعادہ کریں ٭

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ما اٰتٰکم الرّسول فخذوہ
وما نھاکم عنہ فانتھو

جسے جینا ہے مرنے کیلئے تیار ہوجائے

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ علی قصعتھا فقال قائلٌ ومن قلّۃ نحن یومئذٍ قال بل انتم یومئذٍ کثیر ولکنّکم غثاءٌ کغثاءِ السّیلِ ولینزعن اللہ من صدورِ عدوّکما لمھابۃ منکم ولیقذفنّ اللہ فی قلوبِکمُ الوَھنَ فقالَ قائلٌ یارسول اللہ ماالوھن قالَ حُبّ الدنیا وکراھیۃ الموت۔

(ابو داؤد کتاب الملاحم باب فی تداعی الامم علی الاسلام)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ قریب ہے کہ قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح کھانے والے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی کہنے والے نے کہا ہم اس دن تھوڑے ہوں گے۔ فرمایا نہیں تم بہت ہوگے۔ لیکن تمہاری مثال ان تنکوں کی سی ہوگی جو سیلاب کے اوپر تیر رہے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت لے جائے گا۔ اور تمہارے دلوں میں کمزوری (وھن) پیدا کر دے گا۔ کسی کہنے والے نے کہا۔ اے خدا کے رسُول وھن کیا چیز ہے؟ فرمایا دُنیا کی محبّت اور موت کو ناپسند کرنا۔

ثوبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے غلام تھے۔ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات تک سفروحضر میں آپ کے ساتھ رہے۔ پھر حضور کی وفات کے بعد شام چلے گئے پہلے رملہ میں رہے۔ اس کے بعد حمص منتقل ہو گئے۔ ان کی قبر اور وحشی جس نے حمزہؓ کو شہید کیا تھا حمص میں ایک جگہ ہے۔ راقم الحروف کو ان کی قبر پر حاضر ہو کر دُعا کا موقعہ نصیب ہوا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفوں کے دلوں میں رُعب عطیّہ خداوندی ہے۔ اور موت سے ڈر افراد اور قوموں کے تنزّل کی علامت ہے۔ جو مرنے کیلئے تیار ہوتا ہے وہی زندہ رہتا ہے۔ کیا خوب کہا کسی نے ؎

یہ مصرعہ کاش نقش بہ درو دیوار ہوجائے
جسے جینا ہے مرنے کے لئے تیار ہوجائے

کلام الامام امام الکلام

ہم وہ لوگ ہیں

ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے لا اِلٰہَ اِلّا اللہ محمّد رسول اللہ اٰمنّا باللہ و ملٰئکتہ و رسلہ وکتبہ و الجنّۃ والنار والبعث بعد الموت۔ و اٰثرنا القرآن کتاباً و محمداً صلّی اللہ علیہ وسلّم نبیّاً ولا ندعی النبوّۃ ولا ندعی نسخ القراٰن بعد محمد صلّی اللہ علیہ وسلّمَ و نشھد انّہ خاتم النبیین و خیر المرسلین و شفیع المذنبین ونشھد انّ الحقّ کلّہ فی القراٰن وحدیث النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وکلّ بدعۃ فی النّار وانّا مسلمون واللہ یعلم ما فی قلوبنا علیہ توکلنا والیہ انیب والحمد للہ اوّلاً واٰخراً وظاھراً وباطنا ربّنا ربّ العٰلمین۔

(انوار الاسلام صـ۳۵ ،صـ۳٦ روحانی خزائن)

ترجمہ :- اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اُس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر۔ جنّت، جہنّم، موت کے بعد بعث برحق ہے۔ ہم نے قرآن کو کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو بطور نبی کے اختیار کر لیا۔ ہم ایسی نبوّت کا دعویٰ نہیں کرتے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد قرآن منسوخ ہو۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیین وخیر المرسلین ہیں۔ وہ شفیع المذنبین ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ قرآن اور حدیثِ نبویؐ تمام صداقتوں کی جامع ہے۔ ہر بدعت جہنم میں لے جانے والی ہے۔ اور ہم دینِ اسلام پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے جو ہمارے دلوں میں ہے۔ ہمارا بھروسہ خدا پر ہی ہے۔ اور اسی کی طرف ہم جھکتے ہیں سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو اوّل و آخر ظاہر و باطن ہے۔ ہمارا ربّ ربّ العالمین ہے ؎

وَاٰیَاتُهٗ دُرَرٌ وَّ مِسْكٌ اَذْفَرُ

اور اُس کی آیات موتی اور مُشکِ خالص ہیں

وَقَدْ نَوَّرَ الْفُرْقَانُ خَلْقًا بِنُوْرِهٖ ⁂ وَلٰكِنْ عَمُوْا كَيْفَ اُبَصِّرُ
اور قرآن نے اپنے نُور سے مخلوق کو روشن کر دیا ہے ⁂ لیکن تم اندھے ہو ہیں تم کو کیسے دکھا سکوں

اَلَا اِنَّهٗ قَدْ جَاءَ عِنْدَ مَفَاسِدِ ⁂ اِذَا مَا انْتَهَى اللَّيْلَاءُ فَالصُّبْحُ يَحْشُرُ
آگاہ رہو وہ تو مفاسد کے وقت آیا ہے ⁂ جب رات ختم ہو جاتی ہے تو صبح نمودار ہو جاتی ہے

تَرٰى صُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ فِيْ خِدْرِ سُوْرِهٖ ⁂ فَهَلْ مِنْ بَصِيْرٍ بِالتَّدَبُّرِ يَنْظُرُ
اس کی سورتوں میں تجھے خدائے رحمان کا چہرہ نظر آئے گا ⁂ کوئی ہے صاحبِ بصیرت جو غور سے اسے دیکھے

تَرَاءَ لَنَا الْحَقُّ الْمُبِيْنُ بِقَوْلِهٖ ⁂ وَاٰيَاتُهٗ دُرَرٌ وَّ مِسْكٌ اَذْفَرُ
اس کی باتوں سے ہم کو حق دکھائی دے رہا ہے ⁂ اور اُس کی آیات موتی اور مُشکِ خالص ہیں

(درثمین عربی صفحہ ۲۳، ۲۴)

بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے قرآن مجید کی تعریف میں اُردو۔ فارسی۔ عربی نظم و نثر میں بہت کہا اور خوب کہا۔ لاریب قرآن خدا کا کلام ہے۔ قرآن خدا کا کلام ہے۔ آپ فرماتے ہیں اگر یہ کتاب یہود پر نازل ہوتی تو وہ کبھی گمراہ نہ ہوتے۔ فرمایا یہ کتاب ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتی ہے اگر زیغ نہ ہو۔ اس کتاب نے صحرائے عرب کے باسیوں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا۔ اس نے دلوں کی کشت میں محبتِ الٰہی کے درخت اُگائے۔ اس کی خوبیوں کا نہ احاطہ کیا جا سکتا ہے نہ انہیں بیان کیا جا سکتا ہے۔
بانیٔ سلسلہ کے جس مصرعہ کو زیبِ عنوان بنایا گیا ہے وہ ایک حدیث کا ہی مفہوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن کو جو سیکھتا ہے، پھر اس کو پڑھتا ہے۔ تو اس کی مثال کستوری کی تھیلی کی سی ہے جس سے مُشک کی خوشبو پھیل کر فضا کو معطّر کرتی ہے۔
(ترمذی الواب فضائل القرآن باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی)

ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ برکشیدہ

اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں سے نکالا ہے

وحیٔ فرقاں مردگاں را جاں دہد ٭ صد خبر از کوچہ عرفاں دہد
قرآن کی وحی مُردوں میں جان ڈالتی ہے   اور معرفت کے کوچہ کی سینکڑوں باتیں بتاتی ہے

اگر نامدے در جہاں ایں کلام ٭ نماندے بہ دُنیا ز توحید نام
اگر جہان میں یہ کلام نہ آتا   تو دُنیا میں توحید کا نام بھی باقی نہ رہتا
جہاں بود افتادہ تاریک و تار ٭ ازو شد منوّر رُخِ ہر دیار
دُنیا تاریک و تار پڑی ہوئی تھی   اس کی وجہ سے ہر ملک روشن ہو گیا

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا ٭ ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ برکشیدہ
یوسف تو ایک کنوئیں کی تہ میں اکیلا گِرا تھا   مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں میں سے نکالا ہے
از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد ٭ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
حقائق کے منبع سے یہ سینکڑوں باریکیاں اپنے ساتھ لایا ہے   نازک ہلال کی کمر ان حقائق کی باریکیوں کو دیکھ کر جھک گئی ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم)

حُسن کے لئے یوسف علیہ السلام کی مثال دی جاتی ہے کہ یوسف کے حُسن نے بہتوں کو دیوانہ کر دیا تھا۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ قرآن کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لیکن بہت اچھوتے انداز میں کہ یوسف تو ایک وقت کنوئیں میں گرے ہوئے تھے۔ لیکن ہمارا یوسف یعنی قرآن تو لوگوں کو کنوئیں سے نکالتا ہے۔ اس کتاب نے بلندی کے مینار پر ان لوگوں کو کھڑا کیا جنہوں نے اس کی اتباع کی۔ آپ فرماتے ہیں :-

"جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"

رحمتِ مجسّم ـــــ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ:- یہ مقالہ مکرم محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ نے انصار اللہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء کے موقعہ پر پیش فرمایا۔ (ادارہ)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (انبیاء آیت ۱۰۸)

ترجمہ:- اور ہم نے تجھے دُنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ذات باری تعالیٰ ربّ العٰلمین ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اس ذات پاک کے مظہر اتم ہیں اس لئے حضور رحمۃ للعٰلمین بھی کیونکہ رحمت ربوبیّت کا لازمی فیضان ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیّہ اس تعلق کی لزومیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ بیان ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم ان چاروں صفات کے مظہر کامل تھے۔ مثلاً پہلی صفت ربّ العٰلمین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اس کے بھی مظہر ہوئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ جیسے ربّ العٰلمین عام ربوبیّت کو چاہتا تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیوض و برکات اور آپ کی ہدایت و تبلیغ کُل دنیا اور کُل عالموں کے لئے قرار پائی۔ (ملفوظات ۱/۲۷)

رحمت کی ضرورت اس وقت نمایاں ہوتی ہے جب دُکھ اور مصیبت کا تصوّر نمایاں ہو۔ ایسے وقت دُکھی دُنیا کے لئے مادی اور رُوحانی سکون کا انتظام کرنا رحمت کے معنوں کو اجاگر کرتا ہے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت ہوئی اس وقت ساری کائنات دُکھیا تھی اور ظھر الفساد فی البرّ والبحر کا مصداق بنی ہوئی تھی۔ آپ آئے اور سراج منیر بن کر آسمانِ ہدایت پر جلوہ گر ہوئے۔ فتنہ و فساد کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہوگیا۔ انسانیت نے پہلی مرتبہ جانا کہ قدرِ انسانیت کیا ہے اور انصاف کسے کہتے ہیں۔ عدل کا معیار کیا ہوتا ہے۔ امنِ عالم کا مفہوم کیا ہے۔ مساوات کس چیز کا نام ہے۔ اخلاق کے معنے کیا ہیں۔ تقرّب الی اللہ کی علامات کونسی ہیں۔ غرضیکہ رحمت للعالمین کی آمد نے ظلمت کی تاریک رات کو روشن دن میں بدل دیا۔ سیّدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

" دَنٰی فَتَدَلّٰی " آنخضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی شان میں آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ...... خدا تعالیٰ کی محبّت اور صدق و وفا میں ایسے کھینچے گئے کہ خود اُس ذاتِ اقدس کے دنوّ کا درجہ آپ کو عطا ہُوا ...... جب اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات سے آپ نے حصّہ لیا تو پھر بنی نوع پر رحمت کے لئے نزول فرمایا۔ یہ وہی رحمت تھی جس کا اشارہ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ میں فرمایا ہے۔ (ملفوظات صـ۲ جلد ۳)

آپ سُرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا نام نور جو دُنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہُوا ہے۔ آیا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم ہی رحمۃٌ للعلمین ہیں کیونکہ آپ نے ہی پہلی دفعہ دُنیا اور دین کی دُوئی کو مٹایا۔ آپ نے ہی یہ نکتہ سمجھایا کہ انسان کا ہر کام دین ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کیا گیا ہو۔ آپ کی بعثت سے پہلے تصوّر یہ تھا کہ جس نے دین یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب اپنانا ہو تو اُسے دُنیا ترک کرنا ہوگی۔ پہاڑوں اور غاروں میں الگ تھلگ زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ لیکن آپ نے پہلی بار پوری وضاحت کے ساتھ انسان کو یہ خوشخبری دی کہ وہ دوسروں کے ساتھ رہ کر کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹا کر اپنے ربّ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ غرض فرمایا قل من حرّم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ اُس کے قرب کے لئے کسی غار میں جانے کی ضرورت نہیں۔ دل میں اس کا پیار ہو۔ دل میں اُس کی یاد۔ ہر کام میں اس کی رضا مدّ نظر ہو۔ غرض "دست با کار دل با یار"۔ خدا کے پیار کو حاصل کرنے کا ایک آسان طریق ہے جو ہر ایک عامی کے لئے ممکن تھا۔ وہ آپ نے سکھایا۔ پس آپ رحمۃ للعلمین ہیں کیونکہ آپ کے ذریعہ ہی ہر خاص و عام کو اپنے ربّ کا پیار حاصل کرنے کا آسان راستہ معلوم ہُوا۔

مجموعی نظر دوڑائیں یا تفاصیل پر غور کریں۔ آپکو حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے رحمۃ للعلمین ہونے کے قدم قدم پر نشان ملیں گے۔ تفصیل کا وقت نہیں۔ بعض نام ہی گنوا سکتا ہوں۔ آپ رحمت ہیں انسانیت کے لئے کہ آپ کے ذریعہ ہی انسانیت کا حقیقی وقار قائم ہُوا۔ اور اس کے بنیادی حقوق سے دُنیا آگاہ ہوئی۔ آپ رحمت ہیں دُنیائے علم کے لئے کہ آپ ہی کے دم قدم سے فکر کو آزادی ملی۔ سوچ کے در کھلے۔ اور علُوم نے فروغ پایا اور " واذا السماء کشطت " کی طرح ڈالی گئی۔ آپ رحمت ہیں آسمان و زمین کے لئے کہ آپ کے آنے کے بعد ارض و سماء کے راز کھلنے لگے۔ آپ رحمت ہیں فرشتوں کے لئے۔ آسمانی کُتب کے لئے۔ انبیاء کیلئے کہ ان سب کی صداقتیں آپ کے ذریعہ ہی میرہن ہوئیں۔

پھر آپ رحمت ہیں زمانہ کے لئے۔ ماضی ہو یا مستقبل۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ غرض ہر مادی وجود کے لئے آپ رحمت ہیں کیونکہ آپ کے ذریعہ ہی معلوم ہُوا کہ کائنات کا ہر ذرّہ اُس ذاتِ پاک کی تسبیح و تحمید کر رہا ہے اور اس کی ہستی کا نشان ہے۔

آپؐ اس لحاظ سے بھی رحمۃ للعلمین ہیں کہ انسان کامل ہونے کی وجہ سے آپ ساری بھلائیوں۔ ترقیات کیلئے نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہیں۔ والدین۔ بچّوں۔ یتیموں۔ غریبوں۔ محکوموں۔ غلاموں۔ دولت مندوں۔ مالکوں۔ بادشاہوں۔ فاتحوں۔ جرنیلوں۔ مبلغوں۔ مصلحوں۔ خاوندوں۔ بیویوں۔ دوستوں۔ دشمنوں۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی گوشہ نہیں جس کے لئے ہمیں آپ کی ذاتی رہنمائی نہ ملی ہو۔

آپ زندۂ جاوید ہیں۔ آپ کی تاریخ زندہ ہے۔ دُنیا کوئی ایسا مصلح یا بادشاہ پیش نہیں کر سکتی۔ جس کی زندگی کی اتنی تفصیلات اتنے مستند ذرائع سے اور اتنی وسعت کے ساتھ ملتی ہوں۔ کیا ہی خوب فرمایا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے کہ

"ہمارے نبی وہ عظیم الشّان ہیں جن کے لئے حکم ہُوا ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین ..... جس قدر عظمتیں آپ کی بیان ہوئی ہیں مصلحت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کیونکہ جس پر ختم نبوّت ہونا تھا اگر وہ اپنے کمالات

میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ اُمّت میں رہتی۔" (ملفوظات صفحہ ۳۷۹ جلد ۴)

واخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

تعمیرِ نَو

(قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر کے خطبات سے متاثر ہو کر چند اشعار زبان پہ آگئے۔ عبدالسلام اختر لائلپوری)

دشت و چمن میں ہم رہیں مثلِ نسیمِ صبح
پھیلائیں ہر چہار سُو عشق و وفا کی بُو

پاکیزگی کی ہوائیں ہر آنکھ کی نظر
گردِ ہوس سے پاک ہو ہر دِل کی آرزُو

دریائے زندگی پہ ہو مہتاب نُو نظر
اُٹھائے لہر پیار کی طُوفانِ آرزُو

فطرت کی سادگی لئے جب آنکھ یوں کھلے
جس کی نگاہ توڑ دے تصویرِ ماو تُو

اَوروں کا درد بانٹ کر تسکینِ دِل ملے
مستی ہو ایسی پیار کی شرمندہ ہو سبُو

آؤ بسائیں اک نیا اسلام ہم جہاں
انسانیت کی کھینچ دیں تصویر ہو بہو

سیرۃ صحابہ

تربیتِ اولاد

یہ مقالہ محترم مولانا عبدالمالک خانصاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے سالانہ اجتماع انصار اللہ ۱۹۸۲ء کے موقعہ پر پڑھا — (ادارہ)

صحابہؓ کا تربیتِ اولاد کیلئے شوق

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

"رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے تھے۔ صحابہؓ آپؐ کے گرد حلقہ باندھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا جس مسلمان کے گھر تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کی اچھی تعلیم و تربیّت کرے تو اُس مسلمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنّت واجب ہو جاتی ہے ...... صحابہؓ جو اس بات کے مشتاق رہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی فائدہ اُٹھائیں۔ انہوں نے جب یہ بات سُنی تو وہ جن کی تین لڑکیاں تھیں وہ اس خوشی سے بیتاب ہو گئے کہ وہ اُن کی اچھی تربیّت کر کے جنّت کے حقدار بن جائیں گے۔ مگر وہ جن کی تین لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ دو تھیں اُن کے چہروں پر افسردگی چھا گئی اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ اُن دونوں کی اچھی تربیّت کرے تو اس کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت واجب ہو جاتی ہے؟ جب آپ نے یہ بات فرمائی تو وہ لوگ جن کی صرف ایک لڑکی تھی وہ افسردہ اور مغموم ہو گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر کسی کی دو لڑکیاں نہ ہوں بلکہ صرف ایک لڑکی ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا۔ اگر کسی کی ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اُسے اچھی تعلیم دے اور اس کی اچھی تربیّت کرے تو اُس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔" (خطبہ جمعہ۔ الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۹ء)

تربیّت کی غرض سے حضرت عبداللہ بن عمر کا اپنے بیٹے سے بولنا بند کر دینا

مُسلم کی حدیث ہے

"حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس پر آپ کے ایک بیٹے نے کہا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ اس بات کو آئندہ آوارگی اور فساد کا بہانہ بنا لیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت ناراض ہوئے اور اُسے سرزنش کی اور فرمایا کہ میں حضورؐ کا ارشاد سُناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد آپ نے اُس بیٹے سے بولنا بند کر دیا۔" (مُسلم)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کا واقعہ

"حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کا ایک نوعمر بھتیجہ خذف کھیل رہا تھا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ اے بھتیجے ایسا نہ کرو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ لیکن اتفاقاً کھیلنے والوں میں سے کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے یا دانت ٹوٹ جائے۔ جب آپ کسی اور کام میں لگ گئے تو بھتیجہ پھر کھیلنے لگ گیا۔ تاہم آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا کہ میں تجھے حضورؐ کا ارشاد سناتا ہوں اور تو پھر وہی کام کرتا ہے خدا کی قسم (اگر تم باز نہ آئے تو) میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔" (ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ کا اپنے عزیزوں کیلئے تربیتی پیغام

"جنگِ اُحد کا ایک واقعہ ہے جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے اُن سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزا کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دُوں۔ تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔ اور اس کے بعد انہوں نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے بھائی مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس میں کمزوری دکھاؤ۔

دیکھو ایسے وقت جب انسان سمجھتا ہو کہ میں مر رہا ہوں۔ کیا کیا خیالات اُس کے دل میں آتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے میری بیوی کا کیا حال ہوگا، میرے بچوں کو کون پوچھے گا۔ مگر اُس صحابی نے کوئی ایسا پیغام نہ دیا۔ صرف یہی کہا کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اس دُنیا سے جاتے ہیں تم بھی اسی راستہ سے ہمارے پیچھے آجاؤ۔"

(تفسیر کبیر جلد ۵ حصّہ سوئم ص۲۸)

حضرت خنساءؓ کا اپنے بیٹوں کو جہاد کیلئے ابھارنا۔

"حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی تو کسریٰ میدانِ جنگ میں ہاتھی لایا۔ اونٹ ہاتھی سے ڈرتا ہے اس لئے وہ انہیں دیکھ کر بھاگتے تھے اور اس طرح مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا اور بہت سے مسلمان

مارے گئے۔ آخر ایک دن مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو آج ہم میدان سے ہٹیں گے نہیں جب تک دشمن کو شکست نہ دے لیں۔ ایک عورت حضرت خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں کو لے کر میدانِ جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگیں کہ پیارے بیٹو! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں ساری جائیداد تباہ کر دی تھی اور مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے بھائی سے کہوں کہ وہ مجھے حصّہ دے۔ چنانچہ میں اس کے پاس گئی۔ اس نے میرا بڑا اعزاز کیا بڑی دعوت کی اور پھر اپنی جائیداد میں سے آدھی مجھے بانٹ دی۔ میں وہ لے کر چلی گئی تو تمہارے باپ سے میں نے کہا کہ اب تو آرام سے گذارہ کرو۔ مگر اُس نے پھر اُسے بھی برباد کر دیا۔ اور پھر مجبور کر کے میرے بھائی کے پاس مجھے بھیجا۔ پھر میں اس کے پاس گئی۔ اُس نے پھر میرا اعزاز و احترام کیا۔ اور پھر بقیّہ میں سے مجھے آدھی جائیداد بانٹ دی مگر وہ بھی تمہارے باپ نے برباد کر دی اور پھر مجھے مجبور کیا کہ اپنے بھائی سے جا کر حصّہ لُوں۔ چنانچہ میں پھر بھائی کے پاس گئی اور اُس نے پھر بقیّہ جائیداد بانٹ دی مگر وہ بھی تمہارے باپ نے برباد کر دی اور جب تمہارا باپ مَرا تو اُس نے کوئی جائیداد نہ چھوڑی۔ میں اس وقت جوان تھی۔ تمہارے باپ کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ پھر اپنی زندگی میں اُس نے میرے ساتھ کوئی حُسنِ سلوک بھی نہ کیا تھا۔ اور اگر عرب کے رسم و رواج کے مطابق میں بدکار ہو جاتی تو کوئی اعتراض کی بات نہ تھی۔ مگر میں نے اپنی تمام عمر نیکی سے گزاری۔ اب کل فیصلہ کُن جنگ ہونے والی ہے۔ میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ کل کُفر اور اسلام میں مقابلہ ہوگا اگر تم فتح حاصل کئے بغیر واپس آئے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور کہوں گی کہ میں ان کو اپنا کوئی بھی حق نہیں بخشتی۔ اس طرح اُس نے اپنے چاروں بیٹوں کو جنگ میں تیار کر کے بھیج دیا۔ اور پھر گھبرا کر خود جنگل میں چلی گئی اور وہاں تنہائی میں سجدہ میں گر کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگنے لگی اور دُعا یہ کی کہ اے میرے خدا میں نے اپنے چاروں بیٹوں کو دین کی خاطر مرنے کیلئے بھیج دیا ہے۔ لیکن تجھ میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو زندہ واپس لے آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ مسلمانوں کو فتح بھی ہوگئی اور اس کے چاروں بیٹے بھی زندہ واپس آگئے۔"

(تفسیر کبیر سورۃ نمل صـ۲۹)

تربیتِ اولاد کے بارہ میں ارشاداتِ نبویؐ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ ایک گھر میں مہمان اُتریں۔ صاحبِ خانہ کی دو لڑکیوں کو جو اب جوان ہو چلی تھیں۔ دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے۔

(مسند جلد ۶ صـ۹۶ بحوالہ اسوۂ صحابہ جلد ۲ صـ۱۶۴)

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ان کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے۔ حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ "عبدالرحمٰن! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ وضو میں جو عضو نہ بھیگے۔ اس پر جہنم کی پھٹکار ہو۔" (بحوالہ اسوۂ صحابہ جلد ۲ صـ۱۶۴)

علی بن عبد الرحمٰن المعادی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو منع کیا۔　　ایضاً

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے پاؤں میں گھونگرو دیکھا تو کاٹ ڈالا۔ اور فرمایا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر گھونگرو والے کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک لڑکی کے گھونگرو کٹوا دیئے۔"　　(ابوداؤد کتاب الخاتم باب ماجاء فی الجلاجل۔ بحوالہ اسوۂ صحابہ جلد ۲ صـ۱۶۹)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمٰنؓ نہایت باریک دوپٹہ پہن کر سامنے آئیں۔ دیکھنے کے ساتھ ہی غصّہ سے دوپٹہ چاک کر دیا۔ پھر فرمایا "تم نہیں جانتی کہ سورۂ نور میں خدا نے کیا احکام نازل کئے ہیں۔ اس کے بعد موٹا دوپٹہ منگوا کر اوڑھایا۔"　　(اسوۂ صحابہؓ جلد ۲ صـ۱۶۹)

ایک بار آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے نوجوانوں کا جائزہ لیا اور ایک نوجوان کو جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی۔ حضرت سمرہؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے کمسنی کی وجہ سے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس بنا پر ان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مایوسی کے لہجہ میں کہا "یا رسول اللہ آپ نے اس لونڈے کو تو اجازت دے دی لیکن مجھے نہیں قبول فرمایا حالانکہ اگر کشتی ہو تو میں اسے پچھاڑ دوں۔ آپؐ نے دونوں میں کشتی کرائی اور سمرہؓ نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس لئے آپ نے ان کو بھی شرکتِ جہاد کی اجازت دی۔"　　(اسوۂ صحابہ جلد ۳ صـ۱۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو لاتے تھے اور وہ ان کیلئے دعائے برکت کرتی تھیں۔
(ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن بحوالہ اسوۂ صحابہ جلد ۲ صـ۳۸۳)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں شریک ہوئے تو اپنے صاحبزادہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا کہ جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرأت و بہادری کا سبق دے۔"　　(سیرۃ الصحابہ مہاجرین حصّہ اوّل صـ۹۲)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلتا پھرتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے آتے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازہ میں چھپ گیا لیکن آپ نے آکر مجھے پکڑ لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ "جا معاویہ کو بلا لا۔"　　(اصابہ تذکرہ ابن عباسؓ بحوالہ سیر الصحابہ مہاجرین صـ۲۱۴)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے بیدار ہوئے۔ آپؐ (عبد اللہ بن عباسؓ) نے وضو کے لئے پانی لا کر رکھ دیا۔ آپؐ نے وضو فرما کر پوچھا "پانی کون لایا تھا؟" حضرت میمونہؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا نام لیا۔ (حضرت میمونہؓ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا "اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔"　　(بحوالہ سیر الصحابہ حصّہ اوّل صـ۲۸۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت عثمانؓ نے ان کی اولاد کیلئے وظیفہ جاری کر دینا چاہا۔ آپ نے بے نیازی سے انکار کر دیا اور فرمایا کیا آپ کو میری اولاد کے محتاج اور دست نگر ہو جانے کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہ ہوگا۔　　(بحوالہ سیر الصحابہ حصہ اوّل ص۲۸۶)

ابو وائل راوی ہیں کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز پڑھ کر عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ اندر آنے کی اجازت ملی۔ لیکن ہم تھوڑی دیر تک دروازے پر ٹھہرے رہے کہ اتنے میں لونڈی نے آکر کہا آتے کیوں نہیں۔ ہم لوگ گھر میں گئے تو وہ بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ کہا اجازت ملنے کے بعد تم لوگوں کو اندر آنے سے کس نے روکا تھا۔ ہم لوگوں نے کہا کسی نے نہیں خیال ہوا ممکن ہے بعض اہل بیت سو رہے ہوں۔ کہا۔ ابن ام عبد کی اولاد پر تم نے غفلت کا گمان کیا۔　　(بحوالہ سیر الصحابہ جلد اوّل ص۲۸۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری اپنے اہل و عیال سے بھی سنّت سے لے کر مستحبات تک کی پابندی کرواتے تھے۔ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابوموسیٰ لڑکیوں تک کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔ (ایضاً ص۳۱۶)

”عبداللہ بن خراش کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اِس دار الفنا میں اولاد کو لے کر اس کو ذخیرۂ آخرت بنایا۔“

بچّوں کی تربیّت اور اخلاق کے بارہ میں صحابہؓ کے چند اقوال

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے والد محترم (حضرت ابوبکر صدیقؓ) سے کہا۔ ”جنگ بدر میں آپ میری زد پر آئے لیکن میں نے آپ پر وار نہ کیا۔ آپؓ نے فرمایا اگر تو میری زد پر آجاتا تو میں تجھے نہ چھوڑتا۔“

(بحوالہ کتاب الاخلاق ص۹۶ مصنفہ مولانا محمد بخش)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بچّوں کے دل خالی زمین کی مانند ہیں۔ جو تخم بویا جائے گا وہی اُگے گا۔ (ص۱۳۳)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کو جوان کا بوڑھے کو اور بوڑھے کا جوان کو نصیحت کرنا نہایت مرغوب ہے۔ اور اس کے ذریعہ توبہ کرنے والا خدا کا حبیب بن سکتا ہے۔　　(ص۱۵)

عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے آخری بار (جب حجاج کی فوج کے ساتھ معرکہ گرم تھا) پوچھا۔ امّاں جی آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا میں ان ظالموں سے صلح کرلوں۔ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ بیٹا قتل سے ڈر کر ذلّت آمیز صلح کوئی اچھی بات نہیں جاؤ حق کیلئے اپنی جان دے دو۔ بہادر بیٹوں کا یہی کام ہے۔　(ص۳۱۲)

حضرت خنساءؓ کے چار بیٹے تھے۔ چاروں کو لے کر میدانِ جنگ میں آئیں اور بیٹوں سے کہا! ”پیارے بیٹو! تم نے

اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔ پھر اپنی مرضی سے ہجرت کی ورنہ تم اپنے مُلک اور قوم کو بھاری نہ تھے۔ نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں کو دشمن کے اس دور دراز ملک میں لے آئے ہو اور اب تمہاری بوڑھی ماں فارسیوں کے رحم وکرم پر رہ جائے گی۔ خدا کی قسم تم ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ اور مَیں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو شرمسار کیا۔ بیٹا! تم جانتے ہو کہ دُنیا فانی ہے اور کافروں سے جہاد کرنے میں بڑا اجر اور ثواب ہے خدا تعالیٰ کا فرمان ہے یا یھا الذین آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا۔ اس لئے مَیں تم سے کہتی ہوں کہ صُبح اُٹھتے ہی کافروں سے لڑنے کی تیاری کرو اور آخر دم تک لڑو۔ یا جان دیدو یا فتح حاصل کرو۔ (ص۳۱۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ کی کفالت حضرت عمرؓ نے اپنے ذمّہ لی اور اس لطف و محبّت کے ساتھ ان کی تربیّت فرمائی کہ خود حضرت عبدالرحمٰنؓ کا بیان ہے کہ "مَیں نے عمر بن الخطّابؓ سے بہتر کوئی مربّی نہیں دیکھا"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمن بن حارثؓ ص۲۷۲ بحوالہ اسوۂ صحابہ حصّہ اوّل)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے والد نے متعدد صغیر السّن لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا تو حضرت جابرؓ نے ان کی پرورش کی غرض سے ثیبہ عورت سے شادی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کنواری لڑکی سے کیوں شادی نہیں کی۔ وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔ بولے باپ شہید ہُوا اور صغیر السّن لڑکیاں چھوڑیں۔ اگر انہیں کی سی کم سِن عورت سے شادی کرتا تو وہ نہ ان کو ادب سکھاتی اور نہ ان کی خبر گیری کرتی۔

(مسلم بحوالہ اسوۂ صحابہ حصّہ اوّل ص۲۷۰)

ایک بار حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہ مسجد قبا کے پاس سے خچّر پر سوار ہو کے نکلے۔ راہ میں حضرت عبداللہ بن عمر مل گئے۔ اور انہوں نے دیکھا تو فوراً اتر پڑے اور کہا کہ چچا جان اس پر سوار ہو لیجئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۱)

ایک بار ایک صحابی کے بیٹے نے غلام کو طمانچہ مارا۔ باپ نے دونوں کو بلایا۔ اور غلام سے کہا اس کا بدلہ لو۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی حق الملوک)

محبّتِ اولاد

اولاد نعمتِ الہٰی ہے صحابہ کرام اولاد سے نہایت درجہ محبت رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکرؓ آپ کے پاس آئے حال پوچھا اور منہ چُوم لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر کو اپنے بیٹے سالم کے ساتھ اس قدر محبّت تھی کہ لوگ ان کو ملامت کرتے لیکن وہ محسوس نہ کرتے بلکہ فرماتے۔

یلوموننی فی السالم و الوھم ؛ وجلدہ لبین العین والانف سالم

دوسروں کے بچّوں سے محبّت

حضرت عبداللہ بن عمر کو لہو و لعب سے سخت نفرت تھی۔ ایک بار راستہ سے گذرتے ہوئے

انہوں نے حبشی لڑکوں کو دیکھا کہ وہ کھیل رہے ہیں۔ آپ نے ان کو دو درہم دیئے۔ (ادب المفرد باب لعب الصبیان بالجوز)

بچّوں کی پرورش

صحابہ کرام کے گھروں میں جب بچے پیدا ہوتے تھے تو وہ تبرک وتحلیک کی غرض سے ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے۔

جاہلیّت کے زمانہ میں بچّوں کے کھلونوں کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ بچّے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں حضرت عائشہ نے ایک بار کسی بچّے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ٹوکے ٹوٹنے کو سخت منع کرتے۔

(ادب المفرد باب الطیر فاق الصبی)

اسلامی تاریخ سے باخبر کرنا

حضرت اسعد بن زرارہ کا جب انتقال ہؤا تو حضرت کعب بن مالک جب جمعہ کی اذان ہوتی تو ان کے لئے دُعا کرتے۔ ان کے فرزند نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اسعد بن زرارہ ہم کو جمعہ کے لئے جمع کرنے والے پہلے شخص تھے۔ (ابوداؤد)

تہجد

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو اپنے اہل وعیال کو نماز کے لئے جگاتے تو یہ آیت پڑھتے تھے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ط نَحْنُ نَرْزُقُكَ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ (طٰہٰ آیت ۱۳۳)

(موطا کتاب الصلوٰۃ)

بخاری کتاب الصلوٰۃ کے باب صلوٰۃ اللیل میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم چٹائی کا حجرہ بنا کر تہجد ادا فرماتے۔ صحابہ کرام کو خبر ہوئی تو اس کثرت سے شریک ہوئے کہ ایک مستقل صف قائم ہو گئی۔ یہ شوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچّوں کا دل بھی اس سے خالی نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عہدِ نبوّت میں صغیر السن تھے۔ اسی شوق میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ کے پاس سوئے آدھی رات ہوئی تو آپ اُٹھے اور آل عمران کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں، پھر وضو کیا حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ان اعمال کی تقلید کی۔ آپ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔

حج اور روزے

احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہؓ نہ صرف یہ کہ خود روزے رکھتے بلکہ اپنے بچّوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ اسی طرح بعض اوقات حج کو جاتے وقت اپنے بچّوں کو بھی ساتھ لے جاتے کہ اس کا ثواب ماں باپ کو پہنچتا ہے۔

سیرت حضرت نواب محمد علی خانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ

یہ مقالہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے اجتماع انصار اللہ ۱۹۸۱ء کے موقعہ پر پڑھا ـــ (ادارہ)

حضرت نواب محمد علی خانصاحب برٹش انڈیا کی ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان کے ایک فرد تھے۔ آپ کی پیدائش یکم جنوری ۱۸۷۰ء میں ہوئی۔ آپ کے والد کو آپ سے بہت پیار تھا اور وہ آپ کی تربیت کا بچپن سے ہی بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ کے والد نے آپ کو چھ سات سال کی عمر میں ہی بغرض تعلیم چیفس کالج پڑھنے کیلئے بھجوا دیا جہاں نوابوں اور رؤساء کے بچے پڑھتے تھے۔ آپ کے والد جب آپ کی عمر سات سال کی تھی تو وفات پا گئے۔ اس سے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ کا دل پڑھائی سے اُچاٹ ہوگیا۔ صرف میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور باوجود کوشش کے میٹرک میں کامیاب نہ ہوسکے۔ جس کے متعلق بعد میں فرماتے تھے کہ یہی میرے لئے بہتر ہوا کیونکہ میٹرک کے بعد انگلستان بیرسٹری کے لئے جانا تھا۔ جہاں نہ معلوم کیا رنگ چڑھ جاتا۔

سکول کے زمانہ میں ہی آپ کے دل میں عزم محکم تھا اور اخلاقِ فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز بچپن سے ہی قوم کے لئے غیرت تھی اور غلامی کو بُرا سمجھتے تھے۔

آپ کا پہلا نکاح اپنی خالہ زاد بہن مہرالنساء بیگم سے چودہ سال کی عمر میں ہوا اور اکیس۲۱ سال کی عمر میں شادی ہوئی مگر کوئی بد رسوم آپ نے اس شادی پر نہ ہونے دیں۔

بچپن سے ہی آپ کے دل میں مذہب کی طرف رحجان تھا۔ آپ کے والد شیعہ تھے مگر آپ کے دل میں شیعیت کے بارہ میں شبہات پیدا ہو گئے تھے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے خط و کتابت کا آغاز ۱۸۸۹ء میں شروع ہوا جو مولوی عبداللہ صاحب فخری کی تحریک پر جو نواب صاحب کے استاد تھے ہُوا۔ اور پھر یہ جاری رہا۔ نواب صاحب کے خیالات بہرحال شیعیت کی طرف مائل تھے گو اس کی کمزوریوں سے واقف ہو گئے تھے۔ لہٰذا آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو گناہوں سے پاک ہونے کے لئے دُعا کا جب خط لکھا تو حضور نے جواب دیا کہ پہلے آپ بیعت کرلیں۔ مگر نواب صاحب نے بوجہ شیعیت کے خیالات ہونے کے معذوری کا اظہار کیا۔ جس پر حضور نے آپ کو ایک مدلّل جواب دیا۔ پھر نواب صاحب خود بغرض تحقیق قادیان گئے۔ نواب صاحب کی قادیان سے واپسی کے قلیل عرصہ بعد حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ لدھیانہ تشریف لے گئے تو وہاں نواب صاحب نے حضور سے ملاقات کی اور آپ کو گونہ اطمینان و انشراح ہُوا۔ پھر نواب صاحب نے حضور کو خط لکھا کہ کیا ایک شیعہ خیالات رکھنے والا حضور کی بیعت میں داخل ہوسکتا ہے۔ جس کا جواب حضور نے مدلّل دیا کہ بیعت کرنے والے کو قال الرسولؐ کا پابند ہونا ضروری ہے گو یہ ضروری نہیں کہ حنفی یا شافعی وغیرہ ہو۔ کلام اللہ پر ایمان اور حسبِ طاقت اس پر آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع ضروری ہے اور یہ ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولِ برحق اور

قرآن مجید کو کتاب اللہ اور جامع الکتب اور آخری شریعت یقین جانے اور یہ سمجھے کہ ولایت امامت اور خلافت کی راہیں قیامت تک کے لئے کھلی ہیں۔

ان امور کا اطمینان بخش جواب پاکر نواب صاحب نے بلا تامل نومبر ۱۸۹۰ء میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ آپ کا بیعت نمبر ۲۱۰ اور تاریخ بیعت ۱۹ ر نومبر ۱۸۹۰ء رجسٹر بیعت میں درج ہے۔ شروع میں نواب صاحب نے بعض ریاستی مجبوریوں کی وجہ سے بیعت کو مخفی رکھنے کی درخواست کی۔ جس پر حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا جب تک اشد مجبوری ہے ایسا کر سکتے ہیں۔

۱۸۹۱ء میں نواب صاحب کی جو مجبوری تھی وہ دور ہو گئی اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خواہش کے مطابق آپ نے بیعت کے اخفاء کو ختم کرنے کا اظہار فرمایا اور حضرت اقدس نے آپ کے حالات ازالۂ اوہام میں درج فرمائے۔

حضرت نواب محمد علی خانصاحب کی پہلی بیگم مہر النساء بیگم کی وفات مالیر کوٹلہ میں ہوئی۔ ان کے بطن سے بو زینب بیگم صاحبہ (بیگم حضرت مرزا شریف احمد صاحب) نواب زادہ عبدالرحمٰن خانصاحب۔ نواب زادہ میاں عبداللہ خانصاحب اور نواب زادہ عبدالرحیم خانصاحب تھے۔

مہر النساء بیگم کی وفات کے بعد حضور نے نواب صاحب کو ارشاد فرمایا کہ آپ کو اپنی اہلیہ کی وفات کا بہت صدمہ ہے لہذا آپ جلد دوسری شادی کر لیں۔ لہذا نواب صاحب نے دوسری شادی مہر النساء کی بہن حمید النساء بیگم سے کی جو حضرت نواب صاحب کے ساتھ ہی ہجرت کر کے قادیان آگئیں اور وہاں آکر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو گئیں ان کو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بہت تعلق محبت کا پیدا ہو گیا اور حضور بھی ان کا بہت خیال رکھتے۔ مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور سات آٹھ سال بعد وفات پا گئیں اور مقبرہ بہشتی قادیان میں دفن ہیں۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو چند سال کے اندر اندر ہی حضور سے عشق انتہاء درجہ کا ہو گیا اور وہ چند سال بعد ہی ہجرت کر کے قادیان تشریف لے آئے۔ کچھ سال پہلے دار المسیح سے ملحق کمروں میں رہے۔ پھر دار المسیح سے ملحق جگہ جہاں کچھ عرصہ قبل لنگر خانہ ہوتا تھا پر اپنا ذاتی رہائشی مکان تعمیر کروایا۔ تاکہ حضور کے قرب میں رہ کر حضور کی پاک صحبت سے مستفیذ ہو سکیں۔ حضرت نواب صاحب کی دوسری اہلیہ صاحبہ کی وفات کے بعد نواب صاحب کے لئے احباب نے کئی رشتے تجویز کئے مگر حضرت نواب صاحب کا شرح صدر نہ ہوتا تھا۔ آخر آپ نے ایک دن حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب سے ذکر کیا تو آپ نے حضرت نواب صاحب سے کہا کہ میاں ایک جگہ کا خیال ہے مگر زبان پہ لفظ نہیں آتے۔ حضرت نواب صاحب آپ کا مطلب سمجھ گئے اور ایک مخلص خاتون مولویانی جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی اہلیہ تھیں کے ذریعہ حضرت اقدس کا عندیہ لینا چاہا۔ حضور نے فرمایا کہ میری لڑکی چھوٹی ہے۔ ہم بیس سال کی عمر میں اس کی شادی کریں گے۔ اس پر حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب کے مشورہ سے نواب صاحب نے جواب دیا کہ یہ شرط منظور ہے۔ مگر دوسری بار حضور نے فرمایا کہ کم از کم چار سال بعد شادی کر سکتے ہیں۔ اس کو بھی نواب صاحب نے منظور کر لیا پھر چند دن بعد حضور کا پیغام آیا کہ اس شرط مہر پر رشتہ منظور ہے نکاح ہو جائے رخصتانہ ایک سال بعد ہو گا۔ یہ سب پیغام حضرت پیر منظور محمد صاحب کی معرفت ہوتے تھے۔

شرط مہر کے بارہ میں حضرت اقدس نے نواب صاحب کو یہ خط لکھا تھا کہ مالیر کوٹلہ ریاست میں ورثہ شرعی نہیں ملتا۔ اور بیویوں بیٹیوں کو محروم الارث کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے نواب صاحب کو لکھا کہ آپ کی دو سال کی آمدن جاگیر جو چھپن ہزار روپے بنتے ہیں بطور مہر مقرر کریں۔ یہ وہ رقم تھی جو جائیداد کے لحاظ سے بیوی کا شرعی حصہ بنتی تھی۔ نواب صاحب کا نکاح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے ۱۷ فروری

۱۹۰۸ء کو حضرت مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحب نے پڑھایا جس میں حضرت اقدس خود شامل ہوئے۔

حضرت نواب صاحب کی بڑی صاحبزادی بوزینب بیگم کا رشتہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب سے پہلے ہُوا۔ اور نکاح حضرت اقدس کی زندگی میں ہوا۔ اور حضور کی وفات کے بعد آپ کی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا رشتہ نواب صاحب کی پہلی بیوی کے بطن سے صاحبزادے نوابزادہ محمد عبداللہ خانصاحب سے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے دَورِ امامت میں ہوا۔ اس طرح گویا حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے حضرت اقدس کی اولاد سے آپ کا اور آپ کی اولاد کے تین رشتے ہوئے اور آپ بھی حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاندان کے ایک فرد بن گئے۔

حضرت نواب صاحب نے اپنے اخلاص میں اور تقویٰ و پرہیزگاری میں شروع سے ہی ایسی ترقی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کی کہ حضرت اقدس نے ان کے بارہ میں لکھا کہ

مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوانِ جوانی میں ایسا پرہیزگار ہو۔

نیز حضرت اقدس کو حضرت نواب صاحب کے متعلق الہام ہُوا کہ "حُجّۃ اللہ" یعنی نواب محمد علی خانصاحب جوانی میں ہی ایک حکمران نواب خاندان سے نکل کر آئے اور حضرت اقدس کو مان کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے جو کہ باقی نوابان خاندان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حجّت ثابت ہوئے۔ نیز آپ اپنے عزیزوں کو باقاعدگی سے تبلیغی خطوط لکھتے تھے اور اس کے علاوہ بھی ہر وقت تبلیغ میں مشغول رہتے حتّٰی کہ ساری رات گزر جاتی اور اپنی آخری بیماری کے ایّام میں بھی وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے عزیزوں کو آخری تنبیہی اور تبلیغی خطوط لکھے اور اس طرح بھی "حُجّۃ اللہ" ثابت ہوئے۔

حضرت نواب محمد علی خانصاحب کو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے انتہائی عشق و محبّت کا تعلّق تھا۔ اسی طرح حضرت اقدس کے وصال کے بعد امامتِ احمدیہ سے انتہائی مضبوط تعلّق محبّت تھا۔ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل کی آخری بیماری میں نواب صاحب آپ کو بغرض علاج وکھلی ہوا اپنی کوٹھی دارالسّلام لے گئے۔ اور آپ کی ہر طرح دلی محبّت اور جاں نثاری سے خدمت کی اور حضور کا وصال وہیں ہوا۔ پھر قیادتِ ثانیہ کے وقت جو فتنہ اکابرینِ لاہور نے اٹھایا اس کے خلاف نواب صاحب نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور خلافت کے نظام کے سلسلہ کو قائم رکھنے کیلئے بھرپور کوشش کی۔ اور پھر جب قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر منتخب ہوئے تو باوجود ان کی چھوٹی عمر ہونے کے امامت کے ساتھ وابستگی اور فدائیت کا مکمل مظاہرہ کیا۔ اور خلیفۂ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہہ کر اس میں حصّہ لیا۔ چنانچہ جب ملکانہ میں ہندوؤں کی طرف سے شُدھی کی تحریک چلائی گئی اور گاؤں کے گاؤں مسلمانوں کے ہندو ہونے لگے تو حضرت مصلح موعود نے فوراً جماعتِ احمدیّہ کے ہر چھوٹے بڑے کو تحریک کی کہ وہ اپنے آپ کو پیش کر کے ملکانہ جائے اور اس تحریکِ شُدھی کے خلاف جدوجہد اور تبلیغِ اسلام کرے یہ ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے۔ شدید گرمیوں کے دن تھے اور نازونعمت اور آسائش میں پلنے والے اس بزرگ یعنی حضرت نواب محمد علی خانصاحب نے لبیک کہا اور ملکانہ تشریف لے گئے اور شُدھی کی تحریک کے خلاف کافی عرصہ شدید گرمی میں نہایت تندہی اور اخلاص سے کام کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ گرمی اور لُو اس قدر تیز ہوتی تھی کہ

ہم لوگ گھر سے نکلتے وقت پانی خوب سیر ہو کر پیتے اور سر پر پانی سے تر کئے ہوئے تولئے رکھتے تھے تا گرمی کا اثر نہ ہو۔

حضرت نواب صاحب اسلام کے حکم پردہ پر انتہائی سختی سے پابند تھے حتّٰی کہ اپنے سگے بھتیجوں سے بھی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو پردہ کرواتے تھے۔ مگر جب حضور نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو فوراً فرمایا کہ آپ حضور مامور ہو گئے ہیں لہذا اب دین کی شرح کے بارہ میں پیدا کوئی خیال نہیں رہا جو حضرت مصلح موعود تشریح فرمائیں گے وہی درست ہو گی۔

حضرت نواب صاحب کو حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے جو عشق تھا اس کا اظہار آپ نے تادم آخر حضور کی اولاد اور اولاد در اولاد سے کیا۔

آپ حضرت اقدس کے پوتوں کو بھی بہت پیار اور محبّت سے مخاطب کرتے تھے۔ خاکسار بہت چھوٹی کمسنی کی عمر میں حضرت نواب صاحب سے قاعدہ پڑھنے جاتا تھا۔ آپ بہت محبّت اور پیار سے پڑھاتے اور باوجود خاکسار کا کمسنی کے بہت عزّت کرتے۔ آپ حضرت اقدس کی نسل کو صحیح اسلامی رنگ میں رنگین ہوتے دیکھنا چاہتے تھے لہذا اگر کسی فرد خاندان حضرت اقدس سے کوئی ذرا سی بھی ایسی حرکت جو اسلام کے مطابق نہ ہو دیکھتے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرتے۔

آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے کامل اسوہ پر عمل کرتے۔ بد رسوم سے تو بچپن سے ہی نفرت تھی اور احمدیت میں آجانے کے بعد تو تمام بدعات کے خلاف جہاد کا سلسلہ تادم آخر جاری رہا۔ باوجود ایک حکمران نواب خاندان سے تعلّق رکھنے کے طبیعت نہایت مسکین اور سادہ پائی تھی اور دُنیا کی جاہ و حشمت سے کلّی کنارہ کش ہو گئے تھے۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کی اولاد میں کوئی خالصتہً دین کی خدمت کیلئے وقف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش اس رنگ میں اپنے خاص فضل سے پُوری فرمائی کہ آپ کی سب سے بڑی لڑکی بوزینب بیگم صاحبہ کی حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صاحبزادے حضرت مرزا شریف احمد صاحب سے شادی ہوئی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے اپنی تمام زندگی دین کے لئے وقف کر دی تھی۔ پھر آپ کی دوسری صاحبزادی جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بطن سے ہیں یعنی سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی شادی حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب سے ہوئی جنہوں نے تمام زندگی دین اسلام اور احمدیّت کیلئے وقف کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کے مقام پر کھڑا کیا۔

پھر حضرت نواب صاحب کی تیسری بیٹی محمودہ بیگم جو حضرت نواب مبارکہ بیگم کے بطن سے ہیں کی شادی خاکسار مرزا منوّر احمد ابن حضرت مصلح الموعود سے ہوئی اور یہ عاجز محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقف زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے چالیس سال سے خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہا ہے۔ خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت مصلح الموعود نے ۱۹۳۹ء کے اوائل میں جب خاکسار کے رشتہ کی تحریک نواب صاحب کو ان کی بیٹی محمودہ بیگم سے کی تو صاف لکھ دیا کہ میرا لڑکا منوّر احمد واقف زندگی ہے اور واقف زندگی کو دُنیوی آرام و آسائش نہ ہوں گی لہذا آپ سوچ لیں۔ مگر نواب صاحب تو خود دُنیا کے آرام و آسائش چھوڑ کر آئے تھے انہوں نے مسنون طریق پر دُعا و استخارہ کے بعد یہ رشتہ منظور کر لیا۔

پھر نواب صاحب کے پوتے عزیزم منصور احمد خانصاحب نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیوی تعلیم مکمّل کر کے بغیر والدین کو

بتائے اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر کے حضور وقف کر دی اور پھر شاہد کا امتحان پاس کر کے تبلیغ کے میدان میں کام شروع کیا۔ اور آجکل اللہ تعالیٰ کے فضل سے فرینکفورٹ جرمنی مشن کے انچارج کے طور پر بہت جانفشانی سے خدمتِ اسلام کر رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت سے نواب صاحب کی اس خواہش کو پورا فرمایا کہ آپ کی اولاد دین کے لئے زندگیاں وقف کرے۔

نواب صاحب اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ تھے۔ سب نوابی کو پیچھے چھوڑ کر مسیح محمدی کے قدموں میں آگئے اور دُنیا کی آسائشوں کو خیرباد کہہ دیا۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ غرباء اور مسکینوں کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ نمازوں اور نوافل کو ادا کرنے میں بہت مستعد تھے۔ نمازوں کے علاوہ ہر قسم کے نوافل ادا کرتے تھے۔ غرض اسلام کے سب حکموں پر سختی سے عمل کرتے تھے اور سب نواہی کو سختی سے ترک کر دیا تھا۔

طہارت اور پاکیزگی کا بے حد خیال تھا ذرا بھی شُبہ ہوجاتا فوراً کپڑے تبدیل کرتے تھے۔ اپنی آخری بیماری جو بہت لمبی چلی میں بھی طہارت اور پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے۔ آخری بیماری میں اس عاجزہ کو ان کی طبّی خدمت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اور خاکسار مع محمودہ بیگم ایک ماہ ان کے بالکل قریب دارالسلام میں ہی چلے گئے تھے۔ ہر وقت خاکسار کو ان کی خدمت کی توفیق ملی۔ ایک دن اُن کا پلنگ ڈھیلا ہوگیا جس سے ان کو تکلیف تھی۔ خاکسار نے خود پلنگ کس دیا تو بہت پیار سے پنجابی میں فرمایا۔ "مفت دے منڈے مل گئے نے"۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم کے ساتھ حضرت نواب صاحب کو بے حد محبت تھی اور بے حد شفقت کا سلوک تھا اور ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ نواب صاحب کے محبوب اور حضرت اقدس کی دختر تھیں۔ انہوں نے باوجود زوجہ ہونے کے حضرت اقدس کی دختر پہلے سمجھتے تھے۔ پھر زوجہ۔

غرض حضرت نواب صاحب کا حقیقی مومنین کے آخرین کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا اصل حق ادا کر دیا۔ اور پیاروں کے قدموں میں چلے گئے۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و اٰل محمدٍ و علی اصحابہ اجمعین ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پاک بندوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی اپنے خاص فضل سے توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت اقدس نے فرمایا

" مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دُنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔"

(انوار الاسلام ص۲۳ روحانی خزائن)

ایک اطالوی نومسلم

ڈاکٹر محمد عبد الہادی کیوسی

(کتاب "میرا حج بیت اللہ" سے ماخوذ)

مکرم مولانا فضل الٰہی صاحب انوری - ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد

"انوری صاحب! مَیں نہیں چاہتا کہ آپ میرے بارے میں کسی خوش فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ مَیں ایک رومن کیتھولک عیسائی فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔ جو مذہبی اعتبار سے کوئی متبادل صورت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نہ ہی میرے خانگی اور پیشہ ورانہ حالات اس کی اجازت دیتے ہیں۔ پس مجھے اپنا دوست سمجھئے یا خادم مگر اس سے زیادہ نہیں۔"

یہ ایک ایسے شخص کے الفاظ ہیں جو اپنے عیسوی مذہب پر پچاس سال بڑی سختی سے کاربند رہا۔ مگر جب صداقت اسلام کی شمع اس کے قلب صافی پر روشن ہوئی تو وہ عارضی مصلحتوں کے دبیز پردوں کو چیرتی ہوئی اس کے جسم و جان کی تمام گہرائیوں میں سرایت کر گئی۔ جس کے نتیجے میں اُسے وہ نور عطا ہوا جس نے اس کی ہستی کے گوشہ گوشہ کو منوّر کر دیا۔ یہ سب کچھ کب اور کیسے ہوا۔ اس شخص کی خود نوشت داستان "میرا حج بیت اللہ" میں ملاحظہ کیجئے جس میں وہ اپنی اہلی زندگی اور عیسوی مذہب کے ساتھ اپنی وابستگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اپنے دو بچوں کے ساتھ ہمارا گھریلو ماحول اس طور پر استوار ہوتا چلا گیا کہ ہم سب خدا پر توکل کرتے ہوئے کیتھولک چرچ کی مجلسی زندگی کے ایک فعال مرکزیے کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اس یقین محکم کے ساتھ کہ یہ تعلق ہماری اہلی زندگی کی کامیابی کے لئے ایک ناگزیر حقیقت اور ہمارے خانگی مسائل کے حل کے لئے ایک کامیاب معاون ہے۔"

چرچ کے ساتھ اس درجہ لگاؤ کے باوجود انہیں کبھی وہ اطمینان حاصل نہ ہو سکا جس کی ہر انسان کو تلاش ہوتی ہے اور جس کے بغیر وہ ہر قسم کے دنیوی آسائشوں کے باوجود اپنی زندگی میں ایک خلا سا محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"گرجا میں جانے کی باقاعدگی ہماری زندگی کا معمول اور دل کا سرور بن چکی تھی۔ تاہم مجھے اپنے بعض مخصوص شبہات کو جو میرے دل میں چند ایک مذہبی رسومات اور عبادات کے بارے میں پیدا ہوتے تھے اندر ہی اندر دبانے کی بار بار ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اطمینان جو مجھے حاصل ہو سکا یہ تھا کہ ایک کیتھولک عیسائی کو اپنے خدا کی یاد کے لئے

کوئی زیادہ توجہ صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہفتہ میں ایک آدھ گھنٹہ عبادت کر لی جائے۔ میرے خیال میں خدا تعالیٰ کے ساتھ یہ ایک بہت ہی کمزور سا تعلق تھا......... تاہم اس سے زیادہ بہتر دستورِ حیات مجھے کہیں نظر نہ آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان مذہبی ادارہ جات اور ان کے منتظمین کی نا اہلی کے باوجود ہم متفقہ طور پر اس امر پر رضامند تھے کہ ہماری زندگی کی موجودہ تشکیل ہی ہماری ازدواجی زندگی اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کا ذریعہ ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیئے۔"

لیکن ایک کامیاب اہلی زندگی حاصل ہونے اور دنیاوی لحاظ سے ایک بڑی اچھی حیثیت کا مالک بن جانے کے باوجود۔ وہ ریاضی میں پی۔ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد اپنے ملک کی ہی سب سے بڑی انشورنس کمپنی کی جرمن شاخ کے ڈائریکٹر تھے۔ جو خلاء انہوں نے اپنی زندگی میں محسوس کیا۔ اس کا اعتراف وہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

"میں اپنی زندگی کے گذشتہ پچاس سالوں کے دوران جبکہ میرے ایمان کی کشتی لادینیت اور مسیحی دین سے میری نام نہاد وابستگی کے درمیان ہچکولے کھاتی رہی ایک سچے غیر متزلزل اور تسکین بخش مذہب کی تلاش میں سرگرداں رہا۔"

جب خدا کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو آسمان سے ایسے سامان پیدا کرتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔ اور بسا اوقات بظاہر ایک شر سے خیر کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی ڈاکٹر کیوسی صاحب کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"مئی ۱۹۶۲ء میں میں بیمار ہو گیا اور کئی ہفتے بیمار رہا۔ بیماری تو مجھے یاد نہیں کیا تھی۔ کوئی خاص بڑی بھی نہیں تھی مگر طول پکڑ جانے کے باعث اس نے مجھے خاصا کمزور کر دیا۔ چنانچہ صحت یاب ہونے کے بعد میرے لئے کچھ عرصہ تک اپنی قوت کو بحال کرنے کے لئے آرام ضروری ہو گیا تھا۔ ۲۱ر جون کو میں اپنے ننھے بچے کے ہمراہ سیر کی غرض سے فرانکفورٹ کی بلدیاتی سیرگاہ (STADTWALD) کی طرف جا نکلا......... سڑک پر جاتے ہوئے ہم باپ بیٹا ایک ایسی عمارت کے پاس سے گذرے جو اپنی طرز کی ایک نرالی عمارت تھی۔ جسے میں پہلے بھی کئی بار کار پر جاتے ہوئے بغیر کسی خاص توجہ کے دیکھ چکا تھا۔ یہ جماعت احمدیہ کے اسلامی مرکز کی عمارت تھی۔ ایک چھوٹی سی دو میناروں والی مسجد جو ۱۹۵۹ء میں تعمیر ہوئی تھی۔"

وہ اس مسجد کے اندر آئے اور چند لمحوں تک اسے دیکھنے اور گیسٹ بک پر معمول کے مطابق اپنا نام و پتہ لکھنے کے بعد واپس چلے گئے۔ یہی وہ مسجد تھی جہاں سے بالآخر انہیں وہ گوہرِ مقصود ملا جس کی تلاش میں وہ لاشعوری طور پر سرگرداں تھے۔ اگرچہ ابتدا میں خود انہیں بھی علم نہ تھا کہ وہ چند لمحات جو انہوں نے اس خانۂ خدا کے اندر ایک اتفاقی زائر کے طور پر گزارے ہیں ان کی ہستی کی کایا پلٹ دیں گے۔ ہوا یوں کہ کچھ عرصہ بعد انہیں اس مسجد سے اسلام پر ہونے والے ایک سیمینار میں شمولیت کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ وہ یہ سیمینار سننے کے لئے کیوں آئے۔ اور وہ کونسا محرک تھا جس نے انہیں اس سلسلہ کی ساری تقاریر سننے پر مجبور کیا۔ اس بارے میں انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس سیمینار میں شرکت کے بعد انہیں اسلام کے ساتھ ایک غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اسلام کے چہرے سے اس معمولی سی نقاب کشائی کے ساتھ ــــ معمولی اس اعتبار سے کہ ابھی تک مَیں صرف ترجمہ شدہ کُتب کے ذریعہ سے ہی اسلام کی خوبیوں سے تھوڑا بہت متعارف ہونے پایا تھا ــ میری رَبّ اشتیاق غیر معمولی طور پر بھڑک اٹھی اور مَیں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ .... اسلام کے بنیادی مآخذ یعنی قرآن اور حدیث کو پڑھ کر ان کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔"

اور بالفعل انہوں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ ا اور ب سے شروع کر کے پہلے یسّرنا القرآن اور پھر قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اس قابل ہو گئے کہ وہ ناظرہ قرآن کریم کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی پڑھنا شروع کر دیں۔ ان کا یہ شوق اور ولولہ بالآخر انہیں قرآن کریم کے باقاعدہ ترجمے کی طرف لے آیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں :-

"کافی غور و خوض کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے بہتر ہو گا کہ مَیں اس کا باقاعدہ ترجمہ کرنا شروع کر دوں تاکہ ایک ایک جملے اور اس کے ایک ایک لفظ پر غور ہو سکے۔ چونکہ قرآن کریم کے تراجم ان تمام زبانوں میں جو مَیں جانتا تھا پہلے ہی موجود تھے اور میری خواہش یہ تھی کہ مَیں حتی الامکان ایسا کام کروں جو دوسروں کے لئے بھی مفید ہو۔ مَیں نے ترجمہ کیلئے بین الاقوامی زبان اسپرانٹو (ESPERANTO) کا انتخاب کیا۔ اس کے ساتھ ہی مَیں "سلامتی کے پیغام" ــــ اسلام کے لغوی معنے امن اور سلامتی کے بھی ہیں ــــ کو "سلامتی کی زبان" میں ڈھالنے کے تصوّر سے خاص طور پر محفوظ ہوا۔"

اس ارادے کی تکمیل میں انہوں نے اسی جوش اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا جس کے ساتھ انہوں نے عربی سیکھنا اور قرآن کریم پڑھنا شروع کیا تھا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس قادر اور حکیم خدا کا کلام جس نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ فطرتِ صحیحہ رکھنے والا انسان اسے پڑھے اور اس کی روح اس سے گداز نہ ہو۔ یہی کچھ ڈاکٹر کیوسی صاحب کے ساتھ اُس وقت ہُوا جب وہ قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ پر غور کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"اُس وقت مجھ پر جو بیتی اس کی صحیح تصویر چند سطور میں کھینچنا آج میرے لئے ممکن نہیں۔ تاہم مجھے اتنا ابھی تک یاد ہے کہ میرے کام نے میرے اندر انہماک اور استغراق کی کچھ ایسی کیفیّت پیدا کر دی اور مَیں اس میں ایسے طور پر محو ہو گیا کہ ماحول پر نظر ڈالنے یا اس کا تصوّر تک کرنے کی سکت نہ رہی۔ ان چند ہفتوں کے دوران میں نے تجربۃً اسلامی نماز کی مشق بھی شروع کر دی کیونکہ اس طرح مَیں اپنے اندر پُر اسرار اور غیر شعوری طور پر اُٹھنے والے جذبات کی اُس رَو کا جو فی الحقیقت قرآن کریم پر غور اور تدبّر کے نتیجہ میں پیدا ہو رہی تھی مداوا اور اس میں اپنے ذوقِ جستجو کی تکمیل کا ذریعہ پاتا تھا۔"

اور بالآخر انہوں نے اس حقیقت کو پا لیا جس کی کڑیاں ایک طرف انسانی فطرت کے نازک پردوں کو چھوتی ہیں اور دوسری طرف انسان کا رشتہ اُس خالقِ کون و مکان سے ملا دیتی ہیں۔ جس کے بغیر صحیح فطرت رکھنے والے انسان کو قرار آ ہی نہیں سکتا۔ اس کا اعتراف

ڈاکٹر کیوسی صاحب مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں :-

"میں نے آخر کار اپنی زندگی کے اس گوہرِ مقصود کو جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر مبنی ہے پا لیا۔ ہاں وہی مقصدِ حقیقی جس کی مجھے اپنی پچاس سالہ زندگی کے دوران مسلسل ضرورت اور تلاش رہی اور جس کے ساتھ مجھے وہ سکونِ قلب اور سعادت اور وہ نسخۂ کیمیا نصیب ہوا جس کی بدولت میں دُنیا کو باطنی اور ظاہری لحاظ سے استنکار اور مایوسی کی نظروں سے نہیں بلکہ موافقت اور رغبت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ میرا اپنے انسانی بھائیوں کے لئے محبت اور ہمدردی کے احساس کے سوا کسی اور چیز کا خیال تک بھی کرنا میرے ایمان کے موجودہ تقاضوں کے منافی اور میری مقدرت سے بعید ہے۔"

ڈاکٹر کیوسی صاحب کی زندگی میں اب وہ حیات آفریں انقلاب آچکا تھا جس نے ان کی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی۔ اسلام ان کا مذہب اور ان کے دل کا سکون بن چکا تھا۔ عیسوی عقائد کو اب وہ خیرباد کہہ چکے تھے۔ مسجد نور فرانکفرٹ سے دستیاب ہونے والی اسلام پر لکھی ہوئی جملہ کتب کا مطالعہ کر لینے کے بعد اب وہ اس قابل ہو چکے تھے کہ ان ہر دو مذاہب کا علی وجہ البصیرت موازنہ کر سکیں۔ تاہم احمدیت کے بارہ میں انہیں کچھ تحقیق اور جستجو کرنی پڑی۔ یعنی انہیں یہ سمجھنے کیلئے کچھ وقت لگا کہ احمدیت کی اسلام کے آئینے میں کیا حقیقت ہے اور آخر کار وہ ایک حتمی نتیجہ پر پہنچ گئے جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :-

"جماعت احمدیہ اور اسلام کے دیگر مذہبی فرقوں کے درمیان نظریات کے اختلاف کے بارے میں میرے سامنے پھر وہی مسائل آ گئے جو میری عیسائیت سے برگشتگی اور اسلام سے وابستگی کا موجب بنے تھے۔ اور میں بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ احمدیت کا پیش کردہ مؤقف ہی میرے نزدیک درست ہے کیونکہ جہاں اس نے قرآنی ہدایت کے غیر مبدّل ہونے اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کے قیامت تک جاری و ساری رہنے پر مہرِ تصدیق ثابت کی ہے وہاں میرے اندر اس یقین کی شمع بھی روشن کی ہے کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے جو اپنے بندوں سے اب بھی اسی طرح ہم کلام ہوتا ہے جیسے پہلے ہوتا تھا۔ اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ خود ایسے شواہد بھی موجود تھے جن کی روشنی میں میرے لئے یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا کلام محض فلسفیانہ یا معروف قسم کے مفروضات پر مبنی نہیں۔ بلکہ واقعہ میں خدا تعالیٰ کے چشمۂ اصفیٰ سے نکلا ہوا قوی الاثر اور شیریں بیان ہے۔"

اس قدر سمجھ لینے کے بعد ان کے ذوقِ جستجو کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک انہوں نے دوسری زمین نہ دیکھ لی جس کی بدولت انہیں اسلام جیسی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوئی۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے قادیان اور ربوہ کا سفر اختیار کیا۔ قادیان میں انہوں نے کیا دیکھا اور وہاں کے شب و روز ان پر کس طور پر اثر انداز ہوئے وہ تو کتاب پڑھنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں ایک کشفی واقعہ کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو انہیں اپنے ایک بہت ہی مہربان دوست چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ ماجدہ کی قبر پر دُعا کرتے ہوئے پیش آیا۔ اس واقعہ کی روئیداد مصنّف کے قلم سے ہی پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"حضرت بانی سلسلہ کے مزارِ مبارک اور اوّلین صحابہ کی قبور پر دُعا سے فارغ ہونے کے بعد مَیں نے ارادہ کیا کہ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کے والدِ بزرگوار اور والدہ ماجدہ جو وہاں ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں کی قبروں پر جا کر ان کے لختِ جگر کی طرف سے انہیں ایک بار پھر سلام کا تحفہ پہنچاؤں۔ اور ان سے رخصت حاصل کروں۔ ابھی مجھے چوہدری صاحب کی والدہ مکرّمہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ دُعا کی غرض سے اپنی آنکھوں پر رکھے ہوئے چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ یک دم مَیں نے ایک قوّی الاثر اور پُر زور روحانی ارتعاش اپنے اندر محسوس کیا ایسا کہ اس سے پہلے کبھی میرے تجربے میں نہ آیا تھا میری آنکھوں سے اس وقت چھم چھم آنسو بہنے لگے ایسے کہ تھمنے میں نہ آتے تھے۔ عین اس وقت مجھے اپنی آنکھوں کے بند پپوٹوں اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں سے قبر کے اوپر والی مٹی کے اوپر تھالی کی مانند ایک گول سا نشان نظر آیا۔ جیسے وہ جگہ گیلی ہو گئی ہو۔ آپ اسے خواب کہیں یا کشفی نظارہ۔ مگر میرے لئے یہ بالکل اسی طرح ایک حقیقت تھی۔ جیسے یہ کاغذ کا ورق جس کے اوپر میرا قلم جنبش کر رہا ہے۔ پھر یوں نظر آیا جیسے تھالی کے برابر وہ گیلی جگہ اندر دھنس رہی ہو اور اس کے ساتھ ہی اندر سے پانی نکلتا نظر آیا۔ پہلے کچھ گدلا سا پانی اور چند لمحوں بعد صاف و شفاف شیریں اور ٹھنڈا پانی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چشمۂ غیبی میں سے نکلنے والے پانی کی یہ دھار انسانی دل کی دھڑکن کے ساتھ پُھدک پُھدک کر باہر آ رہی ہو۔

مَیں نے اس لمحہ کیا محسوس کیا۔ اس کا بیان کرنا میری قوّتِ بیان سے باہر ہے میرے تمام وجود ہستی میں ایک ہیجان ایک ارتعاش اور ایک سرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ ادھر میرے آنسوؤں کی لڑی تھی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی۔ اس وقت مجھے ایک یقینی علم کے ساتھ محسوس ہُوا کہ اس مقام پر ایک بے پناہ قوّت، ایک عظیم توانائی کے سرچشمہ کی نہ ختم ہونے والی دھاریں پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہی ہیں۔ ایک ایسی توانائی جس میں کوئی ہلاکت آفرینی یا تشدّد نہیں بلکہ محبّت اور شفقت کی ایک ایسی حیات آفریں طاقت جو ایک ماں کے سینہ سے نکل کر آ رہی ہو۔ ہاں وہی محبّت و شفقت جو خالقِ حقیقی نے خود اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت کر رکھی ہو۔

تب ساتھ ہی مجھ پر یہ حقیقت بھی کُھلی کہ اُس بے پناہ قوّتِ عملیہ کا سرچشمہ کیا ہے جو احمدیّت سے وابستہ لاکھوں انسانوں کی رُوحانی زندگی کی تشکیل کر رہی ہے۔ وہ جو اسلام پر سچّا ایمان رکھتے ہوئے اسے صرف ایک معاشرتی ضرورت کے طور پر نہیں بلکہ زندگی کے ایک بنیادی تقاضے کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اسے ایک فریضہ اور مقصودِ حیات سمجھتے ہوئے خدا تعالےٰ کے قرب کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

مجھ سے مت پوچھئے کہ مَیں نے ان واقعات کی کیا تعبیر کی ہے۔ کیوں وہ غیبی چشمہ مجھے سوائے اس قبر کے اور کہیں نظر نہ آیا۔ مَیں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ جب بھی مَیں اس کا تصوّر کرتا ہوں میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آتی ہیں۔ مَیں اپنے اندر ایک سکون، ایک قلبی راحت اور ایک سرور محسوس کرنے لگتا ہوں۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہیں اور نہ ہی میں اس سے زیادہ کچھ معلوم کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اس زندگی میں ہر حال نہیں، ہرگز نہیں۔"

(باقی آئندہ)

تاریخِ احمدیت کا ایک ورق

مسٹر سمتھ پگٹ کا عبرتناک انجام

(از مکرّم بشیر احمد خان رفیق صاحب نائب وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ)

۱۹۰۲ء کی بات ہے۔ جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے امریکہ و انگلستان میں اپنے دعویٰ کی کثرت سے اشاعت فرمائی اور اس بات کا دعویٰ فرمایا کہ اسلام آج بھی اُسی طرح زندہ جاوید اور زندگی بخش مذہب ہے جیسے آج سے چودہ صدیاں پیشتر تھا۔ اور یہ کہ دُنیا کو حقیقی امن وسکون اور رُوحانی خوشحالی صرف اور صرف اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی مل سکتی ہے۔ آپ کے شائع کردہ اشتہارات بذریعہ ڈاک یورپ دام بکھر گئے۔ ان اشتہارات میں احرارِ یورپ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی گئی تھی۔ یہ اشتہار لندن کے ایک پادری مسٹر جان ہیو پگٹ کو بھی ملا۔ مسٹر پگٹ نے انہی دنوں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بروز ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اُس کے اس دعوے نے لندن اور مضافات کے مذہبی حلقوں میں ہلچل مچا دی تھی۔

پگٹ کون تھا؟ اس کا انجام کیا ہُوا؟ یہ ایک دلچسپ اور عبرت انگیز داستان ہے۔

مسٹر پگٹ ۱۸۵۲ء میں انگلستان میں پیدا ہُوا۔ اس کے ابتدائی زمانہ کے بارہ میں بہت کم معلومات میسّر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچپن سے طبیعت لااُبالی پائی تھی۔ اس لئے مستقلاً کوئی پیشہ اختیار نہ کر سکا۔ ایک وقت میں اُس نے کافی (COFFEE) کی کاشت کا کام بھی کیا۔ پھر باکسر بنا۔ مویشی چرانے والا کاؤ بوائے بھی بنا رہا۔ یہ تمام مختلف النوع پیشے اس نے اُس زمانہ میں اختیار کئے تھے جب وہ انگلستان سے باہر سیاحت پر تھا۔

جب اس کی عمر ۳۰ سال کو پہنچی تو باقاعدہ طور پر چرچ آف انگلینڈ میں شامل ہو گیا اور اپنی زندگی کلیسا کے لئے وقف کر دی۔ ۱۸۸۲ء میں کلیسائے برطانیہ نے اس کو ڈیکن کے عہدہ پر فائز کر دیا۔ اور ۱۸۸۳ء میں یہ باقاعدہ پادری بن گیا۔ اس کے بعد یہ ہِڈوے پارک نارتھ لندن کے سینٹ جیوڈ چرچ کا کیوریٹ مقرر ہُوا۔ چونکہ طبیعت لااُبالی تھی۔ اس لئے ۱۸۸۴ء میں سالویشن آرمی میں شامل ہو گیا اور جلد ہی ترقی کر کے میجر کے عہدہ تک جا پہنچا۔ اس کے دو سال بعد اس نے اپنے ایک دوست اے۔ بی۔ رینالڈ کی ہمشیرہ سے شادی کر لی۔ اور اپنی بیوی کے اثر سے دوبارہ چرچ آف انگلینڈ میں جا شامل ہُوا۔ چرچ نے اسے لندن سے ڈبلن (آئرلینڈ) تبدیل کر دیا اور وہاں اسے ایک چرچ کا انچارج بنا دیا۔ ڈبلن میں اس کی ملاقات ڈگلس ہملٹن نامی ایک شخص سے ہوئی۔ جس کی تبلیغ سے یہ ایک اور فرقہ میں جس کو "اگاپے مونائٹ" کہتے تھے شامل ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد یہ لندن واپس آ گیا اور لندن کے کلیپٹن کے علاقہ میں رہائش پذیر ہو گیا اور ایک مکان کرایہ پر لے کر وہاں سے اگاپے مونائٹ فرقہ کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کر دیا۔ یہ علاقہ امراء کا شمار ہوتا تھا۔ یہ جلد ہی اس طبقہ میں مشہور ہو گیا۔ ۱۸۹۲ء میں ایک

جس کا نام "عہد نامۂ جدید کی کشتی" رکھا گیا تھا۔ تعمیر ہوا مسٹر پگٹ نے اس کلیسا میں وعظ دینا شروع کر دیا۔ اور اس بات کی منادی شروع کی کہ حضرت مسیح علیہ السلام عنقریب دوبارہ نازل ہونے والے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہو سکتا ہے یسوع مسیح نازل ہو چکے ہوں لیکن ابھی ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کے ذہنوں کو اس بات کے لئے تیار کرتا رہا کہ مسیح کی آمد ثانی کا وقت آ چکا ہے۔ بالآخر ۹ ستمبر ۱۹۰۲ء کو اس نے وعظ کے دوران یہ ہنگامہ خیز اعلان کر دیا کہ وہ خود مسیح ہے اور یہ کہ مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی اس کی ذات میں پوری ہو گئی ہے۔ جونہی اس کا وعظ ختم ہوا۔ کلیسا میں موجود لوگوں میں زبردست ہیجان پھیل گیا۔ ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ "خدا خود بول پڑا ہے"۔ "خدا ہمارے درمیان موجود ہے"۔ "خدا ہمارے چرچ میں نازل ہو گیا ہے"۔ اور کلیسا میں موجود لوگ گھٹنوں کے بل گر گئے اور مذہبی گیت گانے لگے۔

پگٹ کے دعویٰ مسیحیت کی خبر جنگل کے آگ کی طرح چار سو پھیل گئی۔ اگلے روز لندن کے اخبارات نے سرخیوں کے ساتھ پگٹ کے وعظ اور دعوے کا سارا حال شائع کر دیا۔

ساتھ ہی ساتھ اُس کی مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ لوگوں میں یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ اگلے اتوار کو مسٹر پگٹ اپنی خدائی کا مظاہرہ کریں گے۔ ایک اور افواہ یہ پھیل گئی کہ وہ اگلے اتوار کو اپنے چرچ سے آسمان کی طرف پرواز کرے گا۔ یہ افواہ بھی پھیلی کہ وہ اگلے اتوار کو اپنے چرچ کے سامنے والے تالاب کے پانی کو شراب میں تبدیل کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ اگلے ہفتہ اتوار کے روز علی الصبح لوگ جوق در جوق اس کے چرچ کے سامنے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لوگ اتنی کثرت سے آئے کہ پولیس کو انتظامات کے لئے بلانا پڑا۔ ایک سو سے زائد گھڑ سوار پولیس اور پیدل پولیس موقع پر موجود تھی۔ پولیس کی دیوار کے درمیان میں سے عبادت گذاروں کو گذار کر چرچ میں داخل کیا گیا۔ پگٹ خود پچھلے دروازہ سے چرچ میں داخل ہوا۔ اس کے چرچ میں داخل ہو جانے کے ساتھ ہی چرچ کے تمام دروازے مقفّل کر دیئے گئے۔ اور ان پر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔

پگٹ نے تقریر شروع کی "مسیح کی بعثت اُولیٰ سے قبل ایک شخص کو بھیجا گیا تھا تا وہ مسیح کے لئے راستہ صاف کرے۔ اس کا نام "یوحنا بپتسمہ دینے والا" تھا۔ مسیح کی بعثت ثانی سے قبل بھی ایک شخص کو بھیجا گیا جس کا نام "برادر پرنس" تھا۔ پہلی دفعہ بھی لوگوں نے "یوحنا" کو دھتکار دیا تھا۔ اور اب دوسری دفعہ بھی لوگوں نے "برادر پرنس" کو دھتکارا۔ لیکن جن لوگوں نے "برادر پرنس" کی آواز کو توجہ سے سنا وہی ہیں جنہوں نے آج مجھے قبول کیا ہے۔ اس وقت میں آپ لوگوں کے سامنے ایک پادری کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسیح کی بعثت ثانی کی حیثیت میں کھڑا ہوں جس کا انتظار تھا۔ میں اس لئے آیا ہوں تا تمہیں ابدی زندگی سے ہمکنار کروں"۔

باہر ہجوم بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔ اور بظاہر یہ بات ناممکن نظر آ رہی تھی کہ پگٹ بحفاظت چرچ سے باہر جا سکے گا۔ پولیس نے ایک گھوڑا گاڑی کا انتظام کر کے اس کو عقبی دروازہ سے باہر نکالا۔

کچھ عرصہ کے بعد پگٹ لندن چھوڑ کر "اگاپے مون" چلا گیا اور اپنے ساتھ اپنی بانجھ بیوی کے علاوہ ایک خوبصورت نوجوان دوشیزہ مس رُوتھ نامی کو بھی لے گیا۔ اور یہ مشہور کیا کہ اُس نے مس رُوتھ سے رُوحانی شادی کر لی ہے۔ لیکن جلد ہی یہ روحانی ملاپ ایک بچّہ کی

پیدائش کی صورت میں جسمانی شکل اختیار کرگئی۔ ۱۹۰۵ء میں اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "پاور" رکھا گیا۔ ۱۹۰۹ء میں چرچ آف انگلینڈ نے اس کے خلاف کاروائی کی اور اس پر علاوہ روحانی بددیانتی کے جنسی بے راہ روی کے الزامات بھی لگائے۔ پگٹ چرچ کی طرف سے قائم کردہ عدالت میں پیش نہ ہوا۔ لیکن کئی گواہ اس کے خلاف پیش ہوگئے جس پر چرچ نے اس کو اخراج از وقف (DEFROCKED) کی سزا دی ۱۹۲۷ء میں جب اس کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ یہ گمنامی اور ذلت کی موت مرگیا۔

پگٹ کے دعویٰ کی خبر جب ہندوستان پہنچی تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اسے ایک تبلیغی خط لکھا اور کچھ اسلامی لٹریچر بھی بھجوایا۔ حضرت مفتی صاحب نے جو خط مسٹر پگٹ کو لکھا وہ یہ ہے :-

"آج قریباً چودہ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ عیسائیوں کی قوم ایک سچے خدا خالق ارض و سمٰوات کی عبادت چھوڑ کر اس دل پر زلزلہ ڈالنے والی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ایک فانی انسان یعنی مریم کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے یسوع ناصری کو خدا مانتے ہیں۔ اور اس کی پرستش کرتے ہیں ....

.... وہ یسوع جو ہمیشہ اپنے تئیں ابن آدم کے نام سے نامزد کرتا اور اپنے اقوال اور افعال سے ہمیشہ اپنی کمزوریوں کا اظہار کرتا رہتا تھا وہ یسوع جس نے اپنی کمزور روح اور کمزور جسم کا لحاظ رکھ کر ساری رات نہایت الحاح سے جناب باری میں صلیب کی لعنتی موت سے بچنے کے لئے دعائیں مانگیں۔ ہاں اس یسوع کو خدا مانا جاتا ہے۔ خدائے قادر و علیم کے حضور میں یہ کتنے بڑے کفر کی بات ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۔ بڑے دلیرانہ کفر کی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلی۔ یہ جھوٹ ہے اور بالکل جھوٹ ہے لا الٰہ الا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فاما الذین کفروا فاعذبھم عذابا شدیدا فی الدنیا والاٰخرۃ وما لھم من نصرین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ انکار کرتے ہیں۔ اُن کے لئے سخت عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ..... الخ۔ وہی ہے اللہ جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اُس سچے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کرکے دکھلا وے۔ اور یہ بات ہو کر رہے گی خواہ مشرک لوگ اس حق سے کراہت کرکے کیسی ہی مخالفت کریں۔

انسانوں کی جنس کی ذلت اور بے عزتی کے واسطے یہ عیسوی عقیدہ ایک انسان کو خدا بنانے کا کچھ کم نہ تھا۔ لیکن اب ہم سنتے ہیں کہ تم اتنے پر راضی نہیں ہو۔ بلکہ تم نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر دعویٰ کیا ہے کہ میں بھی مسیح اور خدا ہوں۔ ہمیشہ سے عیسائیوں اور مسلمانوں میں مباحثات ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور مسلمان عیسائیوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ یسوع صرف ایک انسان تھا۔ اور وہ اس میں تھوڑے بہت کامیاب بھی ہوتے رہے ہیں۔ لیکن تثلیث کی تاریکی روئے زمین

پر اس طرح سے پھیلتی چلی گئی جیسے مبروص کے بدن پر برص کا داغ۔ لیکن اب خدائے غیور و قادر کی غیرت اس جوش میں ہے کہ اس کے نام کی بے عزّتی دُنیا میں نہ ہو ....

.... اور اس کو ایسے معجزات اور خوارق عطا کئے ہیں جن کے سامنے انجیلی معجزات ہیچ نظر آتے ہیں۔ پس بلحاظ ہمدردی مَیں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے تئیں یا کسی دوسرے انسان کو خدا کہنے کے بڑے اور قابلِ شرم گناہ سے توبہ کرو۔ یہ تو ایک ایسا ناپاک جُرم ہے کہ کوئی دنیوی گورنمنٹ بھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی اور ان کی سلطنت میں جھوٹا حاکم بن بیٹھے۔ چہ جائیکہ اللہ کی ازلی ابدی سلطنت میں کسی کو ایسا کرنے کی جرأت ہو۔ اگر تم عاجزی اختیار کرو اور انسانوں کا شیوہ اختیار کر کے خاکساری کے ساتھ زمین پر چلو اور خدا کے اس مسیح کو مانو .... جس کا نام حضرت میرزا غلام احمد ہے تو یقیناً خدا تمہیں بہت برکتیں دے گا۔ پر اگر تم اپنی ضِد سے باز نہ آئے اور ایک سچّے خدا پر ایمان نہ لائے اور اس کے مقدّس محمّد واحمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں مانتے اور اپنے تئیں مسیح اور خدا کہنے پر اصرار کرتے ہو تو پھر فیصلہ کا ایک ہی طریق ہے اور تمام شکوک رفع کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم بحیثیت خدا ہونے کے اپنا حکم صادر کرو کہ یہ نبی تمہارے اس دُنیا پر ٹھہرنے کے زمانہ کے اندر تمہارے یہاں ہوتے ہوئے مرجائے اور اپنے اس حکم سے ایک چھپی ہوئی چِٹھی کے ذریعہ سے اس ... کو مطلع کر کے اس سے درخواست کرو کہ وہ بھی تمہارے حق میں ایسی ہی دُعا کرے کہ تم اس کی زندگی میں مَرجاؤ۔ کیونکہ بائیبل میں ایسا ہی لکھا ہے کہ جھُوٹا نبی مَرجائے گا۔ ہاں میں یہ نہیں کہتا کہ تم اس مسیح کے حق میں دُعا کرو کیونکہ تم تو خود خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ اس واسطے تمہیں کسی سے دُعا کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف حکم جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ پر یہ مسیح موعود تمہارے حق میں اپنے خدا سے دُعا مانگے گا۔ کیونکہ وہ صرف انسان اور خدا کا رسول ہونے کا مدّعی ہے لیکن تم کو اختیار ہے کہ اگر تم خدا ہو تو اس کی دُعا کو قبول نہ کرو۔ اور اس طرح یہ مقابلہ بہرحال تمہارے حق میں مفید ہے۔ اگر تم اس بات کو اختیار کرو گے تو جھُوٹے کی موت تمام مشکل مسائل حل کر دے گی۔ مباحثات اور مناظرات مذہبی تنازعات کا کبھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے تمام دُنیا پر روشن ہو جائے گا کہ سچّا مذہب کونسا ہے اور آسمان پر پہنچنے کا اور آسمانی برکات کے حصول کا راستہ کیا ہے۔"

(البدر ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

اس خط کے جواب میں مسٹر پگٹ کے سیکرٹری نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو دو اشتہارات اور ایک خط بھجوایا جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب موصوف نے ۹ نومبر ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیّہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ پگٹ کے ایک اشتہار کا نام "کشتیٔ عہد نامہ جدید" تھا۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیّہ نے اس اشتہار کے مندرجات کا ترجمہ حضرت مفتی صاحب سے سُن کر فرمایا۔

"اب ہماری سچّی کشتی نوح جھُوٹی پر غالب آجائے گی۔" نیز فرمایا "یورپ والے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں۔ سو اوّل لندن میں ایک جھوٹا مسیح آگیا۔ اس کا قدم اُس زمین پر اوّل ہے بعد ازاں ہمارا ہوگا جو کہ سچّا مسیح ہے اور یہ جو حدیثوں میں ہے کہ دجّال خدائی اور نبوّت کا دعویٰ

کرے گا۔ تو موٹے رنگ میں اَب اس قوم نے وہ بھی کر دکھایا۔ ڈوئی امریکہ میں دعویٰ نبوت کر رہا ہے اور پگٹ لندن میں خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو خدا کہتا ہے"

حضور اقدس نے ایک اشتہار تحریر فرمایا۔ جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کروایا گیا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا۔ "ایک الوہیت کے مدعی کو تنبیہ" یہ اشتہار مسٹر پگٹ کو بھجوا دیا گیا۔

انگلستان کے مشہور اخبار "سنڈے سرکل" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۰۳ء میں حضرت اقدس کی تصویر چھاپ کر حضور کے اشتہار کے چیدہ چیدہ اقتباسات نمایاں طور پر شائع کر دیئے۔ اخبار کے مذکورہ مضمون کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

" ایوزنڈ پادری جے ایچ سمتھ پگٹ کا سنسنی خیز دعویٰ مسیحیت ابھی ہمارے قارئین کے ذہنوں میں تازہ ہی ہے۔ اب قارئین کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ مشرقِ بعید کے رہنے والے ایک پنجابی نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے۔

اس مسیح کا نام میرزا غلام احمد ہے اور آپ قادیان میں رہتے ہیں۔ جہاں کے آپ رئیس اعظم ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں ایک اشتہار شائع کیا ہے۔ جس میں لندن کے دعویٰ الوہیت کرنے والے مسٹر پگٹ کو تنبیہ کی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ پگٹ کے سیکرٹری نے اپنے دو اشتہارات جس میں کلیپٹن کے پادری صاحب (یعنی مسٹر پگٹ ۔ ناقل) کے دعویٰ کا ذکر ہے میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی بھجوائے۔ انہوں نے اس کے جواب میں پگٹ کو گستاخ اور جھوٹا قرار دیتے ہوئے اس کو متنبّہ کیا ہے کہ وہ اپنے جھوٹے دعوے سے باز آئے اور توبہ کرے ۔ ورنہ خدا تعالیٰ کی قہری تجلّی کا شکار ہو جائے گا۔ چنانچہ میرزا غلام احمد صاحب کی تنبیہ کا متعلقہ حصّہ ہم درج کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ کی غیرت اس بات سے جوش میں آگئی ہے کہ ایک کمزور بندے نے اللہ تعالیٰ کے مقدس نام پر یہ جھوٹ بولا ہے کہ وہ خدا ہے اور اپنے آپ کو زمین و آسمان کا مالک قرار دیا ہے اَب میرے پیارے خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ مَیں اس شخص کو متنبہ کروں کہ اگر اس نے جلد توبہ نہ کی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اور یہ میری زندگی ہی میں ہوگا اور یہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو گا۔ کسی انسان کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ یہ انذار میں خدا تعالیٰ کی طرف سے دے رہا ہوں جو زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اس کی غیرت جھوٹے مدعیٔ الوہیت کو برباد کر دے گی اور ایسی سزا اس کو ملے گی کہ آئندہ کسی کو بھی جھوٹا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکے"

اخبار سنڈے سرکل آگے چل کر لکھتا ہے:-

" اگرچہ ہندوستانی مدّعی کا دعویٰ مسیحیت کا ہے اور اپنا آنا مسیح کی خُو بُو پر آنا قرار دیتے ہیں لیکن وہ اس بات کے اقراری ہیں کہ وہ محض انسان ہیں۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ انہوں نے ہزاروں نشانات دکھائے ہیں اور ان کے لاکھوں مریدوں کی زندگیوں میں ایک عظیم اور نمایاں رُوحانی انقلاب رُونما ہُوا ہے۔ وہ اپنی انذاری پیشگوئی کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔ "مسٹر پگٹ کی موت جو میری زندگی ہی میں واقع ہو جائے گی میری سچائی کا ایک اور نشان ہو گا۔ اگر مَیں مسٹر پگٹ کی زندگی

میں مرگیا تو مَیں سچّا نہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ نے مجھے مسٹر پگٹ کی موت کا شاہد بنایا اور میری دعاؤں کو قبول فرمایا تو میری سچائی ثابت ہوجائے گی۔ ہم دونوں اَب خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے نیچے ہیں۔ مَیں ۶۵ سال سے اوپر کی عمر کا آدمی ہوں اور مسٹر پگٹ مجھ سے ۱۵ سال چھوٹے ہیں۔"

حضرت اقدس بانی جماعت احمدیہ کی مندرجہ بالا پیشگوئی میں مرکزی بات یہ تھی کہ اگر پگٹ اپنے دعویٰ سے توبہ نہیں کرے گا تو مارا جائے گا۔ لیکن اگر توبہ کرلے گا اور خاموشی اختیار کرلے گا تو بچ جائے گا۔ چنانچہ اخبار مذکور کے انگریزی اصل الفاظ جو اُس نے حضرت اقدس کے اشتہار سے نقل کئے ہیں قابلِ غور ہیں:۔

"IF HE (I.E. MR. PIGGOT) DOES NOT REPENT OF THIS IRREVERENT CLAIM HE SHALL SOON BE ANNIHILATED, EVEN IN MY LIFE TIMIE."

گویا یہ پیشگوئی توبہ کی شرط سے مشروط تھی۔ اور پگٹ کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تنبیہ کے ملنے کے بعد اس نے کہیں کبھی کسی پبلک مقام پر یا گرجا میں اپنے دعوی الوہیت و مسیحیت کو نہیں دُھرایا اور کامل سکوت اختیار کرکے گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ اور اس طرح حضور کی حیات میں مرجانے والے پیشگوئی کے انذاری حصّہ سے بچ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو موت سے پہلے بہت ذلّت آمیز سزا دی اور وہ نہایت ذلّت اور گمنامی کی حالت میں راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اشتہار کے پانے کے بعد یہ لندن سے سمرسٹ چلا گیا۔ چنانچہ مسٹر سی ٹی بیکر اخبار "ایوننگ نیوز" میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"جب لندن میں پگٹ کے متعلق نفرت و حقارت انتہا کو پہنچی۔ تو یہ سمرسٹ کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اپنے فرقہ کو ترقی دینے کی تدابیر سوچتا رہا۔ وہاں ایک خوبصورت لڑکی اینی پریس (ANNIE PREECE) تھی۔ وہ پگٹ اور اس کی بیوی کے ساتھ رہنے لگی۔ ۲۳ر جون ۱۹۰۵ء کو اس لڑکی کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام گلوری (GLORY) رکھا گیا۔ یہیں ۱۹۰۸ء میں اس لڑکی کے ہاں اَور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام پاور (POWER) رکھا گیا۔ مقامی پادریوں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک عدالت میں پگٹ کے خلاف دعویٰ دائر کردیا اور اس پر زنا اور حرام کاری کے الزامات عائد کئے۔ عدالت نے دعوےٰ کو تسلیم کرتے ہوئے پگٹ پر فردِ جُرم عائد کردی۔ پگٹ کے پرائیویٹ گرجے کی پڑتال کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہاں تقریباً ایک سو عورتیں موجود تھیں۔ .... پگٹ بوڑھا ہوچکا تھا۔ حتّٰی کہ مارچ ۱۹۲۷ء میں وہ گھڑی آگئی جب اس نے داعیٔ اجل کو لبّیک کہا۔ گرجے کے چاروں طرف خاردار تاریں لگائی گئیں اور انتہائی خاموشی اور راز داری کے ساتھ اس کا جنازہ اٹھایا گیا۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ پگٹ کے فرقہ میں موت کو گناہ کی نشانی سمجھا جاتا تھا اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ

اس فرقہ کو ابدی حیات عطا ہوگی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔"

پگٹ کے نام سے آج انگلستان میں کوئی بھی واقف نہیں۔ جس گرجا میں اس نے دعوئی الوہیّت کیا تھا وہ ایک لمبے عرصہ سے مقفّل ہے اور کبھی عبادت کے لئے نہیں کھولا جاتا۔

خدا تعالیٰ کی غیرت نے اس جہان میں ہی پگٹ کو ذلّت و خواری کی موت سے دوچار کیا اور اس کے نام و نشان تک کو ملیا میٹ کر دیا جبکہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا نام دُنیا کے دُور دراز ممالک میں عزت و احترام سے لینے والے لاکھوں افراد موجود ہیں۔ پگٹ خدا کے عذاب کا نشکار ہوگیا۔ حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ نے فرمایا ہے:۔

"پگٹ کے متعلق دُعا اور توجہ کرنے سے رُویا میں دیکھا کہ کچھ کتابیں ہیں۔ جن پر تین بار تسبیح، تسبیح، تسبیح لکھا ہُوا تھا۔ پھر الہام ہُوا ۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ اِنَّهُمْ لَا يُحْسِنُوْنَ"

(البدر ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

ماہنامہ "انصاراللہ" کے نمائندگان

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ نے مندرجہ ذیل دوستوں کو ان کے سامنے لکھے ہوئے اضلاع کیلئے ماہنامہ انصاراللہ کے نمائندگان مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا تقرر مبارک کرے اور ماہنامہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

۱۔ مکرّم منوّر احمد صاحب جاوید برائے لاہور۔ ۲۔ مکرّم شیخ عبدالمنان صاحب برائے راولپنڈی۔

دوستوں سے درخواست ہے کہ ان کے ساتھ پُورا پُورا تعاون فرمائیں ——— مینیجر ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ

نتیجہ امتحان انصاراللہ سہ ماہی چہارم ۱۹۸۱ء

امتحان انصاراللہ سہ ماہی چہارم ۱۹۸۱ء کا نتیجہ زعماء انصاراللہ مجالس کو بھجوایا جارہا ہے۔ اس امتحان میں مکرّم راجہ بشیر الدین صاحب دارالبرکات ربوہ اوّل اور مکرّم سیّد سعید احمد شاہ صاحب واربرٹن ضلع شیخوپورہ دوم قرار دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

قائد تعلیم
مجلس انصاراللہ مرکزیہ۔ ربوہ

مجلسِ انصاراللہ بنگلہ دیش کا پانچواں سالانہ شاندار اجتماع

(مکرّم منظہر الحق صاحب معتمد مجلس انصاراللہ بنگلہ دیش)

بنگلہ دیش کی مجلس انصاراللہ کا سالانہ اجتماع دارالتبلیغ ڈھاکہ میں اٹھارہ۔ انیس۔ بیس دسمبر ۱۹۸۱ء کو منعقد ہوا۔ ملک بھر سے اکیس مجالس کے ۱۵۰ نمائندگان نے شمولیت اختیار کی۔ بعض نامساعد حالات کی بنار پر اس اجتماع کو دو مرتبہ ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تیسری دفعہ جب اجتماع کی تاریخیں مقرر کی گئیں تو حالات بھی سازگار ہو گئے اور کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ نمائندگان کے علاوہ لوکل مجالس ڈھاکہ کے جملہ اراکین نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور ہر طرح تعاون کیا۔ حاضری خدا تعالیٰ کے فضل سے خاصی اچھی رہی۔

پہلے روز کے پہلے اجلاس کی کاروائی کا خلاصہ یوں ہے کہ نماز جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی۔ اجلاس کی کاروائی کا آغاز مکرّم مولانا عبدالعزیز صاحب مربی سلسلہ کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت کے بعد معتمد صاحب مجلس انصاراللہ نے خوش الحانی سے درثمین میں سے ایک نظم پڑھی جو بہت پسند کی گئی۔ بعدہٗ قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر حضور پرنور کی ٹیپ شدہ تقریر جو آپ نے سالانہ اجتماع انصاراللہ مرکزیہ ربوہ پاکستان میں کی تھی سُنائی گئی۔ حضور کی تقریر کے بعد انصاراللہ نے کھڑے ہو کر ناظم اعلیٰ کی قیادت میں عہد دُہرایا۔ اس کے بعد اجتماعی دُعا ہوئی۔ اس طرح دُعا کے ساتھ اس مبارک تقریب کا افتتاح ہوا۔

سب سے پہلی تقریر جناب شیخ عبدالغنی صاحب معتمد مجلس انصاراللہ ڈھاکہ کی تھی۔ تقریر کا موضوع "ذہانت" تھا۔ بڑی جامع تقریر تھی اور بہت ہی پسند کی گئی۔ اس کے بعد میوزیکل چیئرز ریس ہوئی۔ اس میں انصار بھائیوں نے بڑی دلچسپی سے حصّہ لیا۔ اتنے میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ اور مغرب و عشا کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔ پروگرام کے مطابق دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید جناب مولانا صلاح الدین خوندکر صاحب نے کی۔ جس کے جناب مقبول احمد خان صاحب امیر جماعت ڈھاکہ نے "تبلیغ حق" اور جناب فاروق احمد صاحب مربی سلسلہ نے "شانِ رسولِ عربی"۔ جناب صادق احمد صاحب نے "سوانح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ" اور جناب عبدالعزیز صاحب نے "سوانح قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل" کے موضوع پر تقاریر فرمائیں۔

اگلے روز ہفتہ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۲ء کو صبح ۴ بجے بیداری سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ سیکرٹری صاحب ذہانت و صحت جسمانی نے تہجد کی نماز کی اہمیت بتانے کے ساتھ ساتھ تمام انصار کو نیند سے بیدار کیا۔ نماز تہجد جناب مولانا عبدالعزیز صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی۔ بڑی ہی خوش الحانی کے ساتھ صبح کی پُرسکون فضا میں جب آپ تلاوت کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ سرزمین ڈھاکہ میں فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ فجر کی نماز جناب صادق محمود صاحب نے پڑھائی۔ نماز کے بعد انہوں نے درس قرآن مجید دیا۔ درس قرآن مجید کے بعد حدیث شریف کا درس جناب فاروق احمد صاحب نے دیا۔ اس کے بعد مکرّم جناب ع۔ بز صادق صاحب نے ملفوظات حضرت اقدس پڑھ کر سنائیں۔ درس و تدریس کے پروگرام کے بعد ورزش اور صحت جسمانی کا پروگرام تھا۔ تمام انصار بھائیوں نے اکٹھے مل کر جسمانی مشقیں کیں۔ اور اس کے ساتھ ہی صبح کا پہلا پروگرام ختم ہوا۔

بروز ہفتہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۱ء دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب مقبول احمد خانصاحب ہوا۔ تلاوت قرآن مجید مکرّم جناب صلاح الدین خوندکر صاحب

نے کی۔ اور مکرّم جناب عبدالقادر بھویا صاحب ناظم اعلیٰ نے "تنظیم انصاراللہ" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اور آپ کے حسب ذیل تقاریر ہوئیں۔

(۱) "سیرت حضرت عمر فاروقؓ" از مکرّم جناب احمد توفیق چوہدری صاحب۔ (۲) "سیرت حضرت عثمان غنیؓ" از مکرّم جناب فاروق احمد صاحب۔ (۳) "تعلیم القرآن" از مکرّم جناب مولوی عبدالعزیز صاحب صادق۔ (۴) "اسلامی پردہ" از جناب مکرم عبدالقدیر بھویا صاحب۔ (۵) "تجنید کی اہمیت" از مکرّم جناب اے ٹی ایم حق صاحب سیکرٹری تجنید۔ اوران تقاریر کے بعد وقفہ برائے طعام اور نماز ظہر و عصر ہوا۔

تیسرا اجلاس بروز ہفتہ مورخہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۱ء ۲ بجے بعد دوپہر تا ۵ بجے شام تک زیر صدارت جناب عبیدالرحمٰن صاحب بھویا شروع ہوا۔

تلاوت قرآن کریم از مکرّم جناب عبدالقادر بھویا صاحب۔　(۱) "برکات خلافت" از مکرّم جناب عبدالعزیز صاحب مربی سلسلہ۔

(۲) "تحریک جدید و وقف جدید" از مکرّم جناب شمس الرحمٰن صاحب۔　(۳) "صد سالہ احمدیہ جوبلی" از مکرّم جناب فاروق احمد صاحب مربی سلسلہ۔

(۴) "رہبانیت اسلام کی رُو سے" از مکرّم جناب عبیدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ۔　(۵) "قبولیت دُعا" از مکرّم جناب انور علی صاحب نائب ناظم اعلیٰ۔

اس اجلاس کے بعد والی بال کا دلچسپ میچ ہوا جو انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کے درمیان تھا۔ اور بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ انصاراللہ نے یہ میچ جیت لیا۔ اور بہت خوشی کا مظاہرہ کیا گیا۔ الحمدللہ۔

چوتھا اجلاس بروز ہفتہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۱ء بوقت ۷ بجے شام تا ساڑھے سات بجے شام شروع ہوا۔ نماز مغرب اور عشاء جمع ادا کی گئیں۔ اس کے بعد اجلاس کی کاروائی کا آغاز مکرّم مطیع الرحمٰن صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ جناب اعجاز احمد صاحب نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مندرجہ ذیل احباب نے تقاریر فرمائیں۔

(۱) "اقامت الصّلوٰۃ" از جناب احمد توفیق چوہدری صاحب۔　(۲) "مالی قربانی" از مکرّم جناب سیّد اعجاز احمد صاحب مربی سلسلہ۔

(۳) "اسلامی عبادات کا موازنہ" از جناب اے۔ ٹی۔ چوہدری صاحب۔　(۴) "احمدیت کا غلبہ اسکی پیشگوئیاں" از جناب عبدالعزیز صادق صاحب مربی سلسلہ۔

اس کے ساتھ ہی چوتھے اجلاس کا بخیر و خوبی اختتام ہوا۔ اور تمام انصار شب بخیر کرتے ہوئے اپنی قیام گاہ میں چلے گئے۔

تیسرے دن بروز اتوار مورخہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۱ء کی کاروائی کا آغاز ۴ بجے صبح بیداری سے ہوا۔ بیداری کے بعد نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ مکرّم مولانا عبدالعزیز احمد صاحب نے نماز تہجد باجماعت پڑھائی۔ اس کے بعد نماز فجر باجماعت ادا کی گئی۔ مکرم مولوی عبدالعزیز صاحب نے نماز کے بعد درس قرآن مجید دیا۔ اس کے بعد مکرّم مشہود الرحمٰن صاحب نے ملفوظات کا درس دیا۔ اس کے بعد مکرّم شیخ عبدالغنی صاحب کی قیادت میں فزیکل جسمانی ورزش کا پروگرام عمل میں آیا اور ورزش جسمانی کے بعد ناشتہ کیا گیا۔

دوسرا اجلاس ۹ بجے صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک تھا۔ اس کی کاروائی کا آغاز زیر صدارت مکرّم جناب عبیدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ ہوا۔ تلاوت قرآن جو مکرم مولوی عبدالعزیز صادق صاحب نے فرمائی اور نظم از درثمین جو مکرم معتمد عمومی صاحب مجلس انصاراللہ بنگلہ دیش نے پڑھی۔ اور اس کے بعد مجلس شوریٰ برائے سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ اس میں ۳۲ مجالس کے نمائندگان شامل ہوئے۔

سب سے پہلے معتمد عمومی صاحب نے سالانہ رپورٹ پیش کی اور مختلف مجالس کا آپس میں مقابلہ کرکے ان کے تفصیلی کام کا جائزہ پیش کیا۔ بعدہٗ معتمد صاحب تجنید، معتمد صاحب اصلاح و ارشاد۔ معتمد صاحب مال۔ اور معتمد صاحب صحت جسمانی نے اپنے اپنے شعبہ میں کام

کی رپورٹیں پیش کیں۔ رپورٹوں کے بعد اجلاس عام ہوا جس میں ایجنڈا پر بحث ہوئی اور اس طرح ساڑھے بارہ بجے یہ اجلاس بخیر و خوبی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

آخری اجلاس ۲۰ دسمبر ۱۹۸۱ء کو ۲ بجے بعد دوپہر تا ساڑھے چار بجے شام زیر صدارت مکرم محترم ڈاکٹر عبدالصمد خانصاحب چوہدری نائب امیر جماعت ہائے احمدیہ بنگلہ دیش منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید مکرم مولوی انور علی صاحب نے کی اور نظم مکرم مولوی فاروق احمد صاحب نے پڑھی جس کے بعد مکرم جناب بھویا صاحب ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ بنگلہ دیش نے "حضرت مصلح موعود کے کارنامے" کے عنوان پر تقریر فرمائی اور پچاس سالہ امامت کے سنہری دور میں جو بڑے بڑے کارنامے ہوئے ان کو مفصل کیا۔

اس اجلاس کی صدارت کے فرائض کی ادائیگی میں صدارتی خطاب میں مکرم جناب عبدالصمد خانصاحب نے تبلیغ اور تعلیم و تربیت پر زور دیتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ نے انصار، خدام، لجنہ اور اطفال کو مخاطب کرتے ہوئے عملی نمونہ بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ نظام کی اطاعت میں اسلامی بھائی چارہ کو رواج دیں۔ اور فرمایا کہ پیشگوئیوں کے مطابق اب اسلام اور احمدیت کی ترقی کا زمانہ ہے۔ لہٰذا سب مل کر کوشش کریں اور دعاؤں اور عملی نمونہ کے ساتھ تبلیغ کا کام کریں۔ صدارتی خطاب کے بعد مکرم جناب ناظم اعلیٰ صاحب نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ اور اس کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ۔

تبصرہ

"احمدیہ پاکٹ گائیڈ"

"احمدیہ پاکٹ گائیڈ" کے عنوان سے مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ضلع گوجرانوالہ نے جیبی سائز کی کتاب ایک سو چھبیس ۱۲۶ صفحات پر مشتمل چھپوائی ہے۔ ٹائیٹل پیج دیدہ زیب۔

اس کتاب میں پانچ ارکانِ اسلام کی تشریح۔ نماز اور اس کا ترجمہ۔ بدعات اور ان سے اجتناب اور بے حد مفید عام دینی معلومات درج ہیں۔ چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مختصر حالات زندگی۔

ضرورت ہے کہ ہر احمدی بچہ اسے خرید کر پڑھے تا اس کی دینی معلومات میں اضافہ ہو۔

قیمت ——— اڑھائی روپے

ملنے کا پتہ

احمد اکیڈمی ۲۵/۵ دارالبرکات ربوہ

باسٹھ سالہ جوان کا سائیکل سفر

از مکرم شیخ انوار احمد صاحب ـــ سامانوی لیہ ضلع مظفر گڑھ

مَیں نے امسال اجتماع انصاراللہ پر بہ توفیق ایزدی لیہ سے ربوہ تک سائیکل پر سفر کر کے شمولیت کی۔ کل سفر قریباً ۱۷۰ میل تھا۔ دورانِ سفر دو رات احمدی بھائیوں کے ہاں قیام کیا۔ ایک رات ایک شریف النفس، مخیر اور مہمان نواز غیر از جماعت دوست مکرم سید غلام حسین صاحب آف نقی آباد کے ہاں قیام کیا اُن کا ڈیرہ بھوانہ سے دس بارہ میل پہلے آتا ہے۔ بفضل تعالیٰ باسٹھ سال سے تجاوز کر چکا ہوں الحمد للہ صحت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق ملی تو انشاء اللہ آئندہ بھی اجتماع کے موقعہ پر سائیکل پر ربوہ آنے کا زبردست اشتیاق ہے۔ متعدد دوستوں سے ملنے کا موقع ملا۔ کبھی کسی کے دریافت کرنے پر کہ کہاں سے آرہے ہو، کہاں جاؤ گے۔ انہیں بتایا گیا کہ لیہ سے ربوہ جا رہا ہوں۔ میرے بڑھاپے اور طویل سفر کے متعلق حیرت کا اظہار کیا جاتا۔ بلکہ بہت حد تک ہمدردی کا بھی اظہار ہوتا۔ پورے سفر میں خاکسار نے کسی کی زبان سے ناگوار لفظ نہیں سُنا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دلوں کو بدل دیا ہے۔ جھنگ شہر کے باہر بر لب سڑک ایک قدیمی مسجد احمدیہ ہے جس کی دیوار پر جلی حروف میں "وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا" نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے۔" لکھا ہوا ہے۔ یہاں پہنچ کر خاکسار کو شدید پیاس لگی تھی مسجد سے ملحق ایک مکان جس کے متعلق میرا خیال تھا کہ کسی احمدی بھائی کا گھر ہوگا۔ خاکسار نے پانی طلب کیا۔ صاحب خانہ نے خاکسار کو بیٹھک میں بٹھایا اور میرے سفر کے بارے میں دریافت کیا جب خاکسار نے انہیں بتایا کہ بندہ سائیکل پر ربوہ جا رہا ہے تو بہت حیران ہوئے اور خوشی کا بھی اظہار فرمایا یہ دوست غیر از جماعت زرگر ہیں۔ پون گھنٹہ تک ان سے نہایت خوشگوار ماحول میں تبادلۂ خیالات ہوتا رہا انہوں نے نہ صرف پانی پلایا بلکہ چائے بھی پلائی اور کھانے کی بھی پُرزور پیشکش فرمائی۔ اس وقت وہ اس قدر متأثر تھے جو بیان سے باہر ہے۔ خاکسار نے انہیں جلسہ سالانہ پر آنے کی دعوت دی جو انہوں نے بخوشی قبول فرمائی اور مجھ سے بار بار واپسی آنے کا وعدہ لیا۔ مجھے کامل اُمید ہے کہ یہ دوست انشاء اللہ جلسہ سالانہ پر ضرور تشریف لائیں گے۔ بلکہ بیعت کی بھی توفیق انہیں ملے گی۔ ان کی رہائش گاہ کے قریب دس بارہ احمدیوں کے گھرانے ہیں یہ احمدی بھائی اگر زرگر صاحب موصوف سے رابطہ قائم فرماویں اور حسنِ اخلاق اور محبّت سے پیش آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ دوست زیادہ دیر جماعت سے باہر رہیں اور سلسلہ حقّہ کو قبول نہ کریں۔ مَیں بصیرت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ صاحب سعید الفطرت شخصیت کے مالک ہیں اور جماعت سے بہت حد تک ذہنی طور پر قریب ہیں۔

دوسری جگہ ایک غیر از جماعت معزز رئیس سیّد غلام حسین صاحب کے ڈیرے پر رات کو قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔ یہ بزرگ عمر رسیدہ ہیں باوقار شخصیّت کے مالک ہیں۔ عشاء کے وقت ناچیز بلا تکلف ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات بسر کرنے کی درخواست کی۔ سیّد صاحب موصوف کے دریافت فرمانے پر جب خاکسار نے بتایا کہ ربوہ جا رہا ہوں۔ بہت تکریم سے پیش آئے اور نہایت اچھا کھانا کھلایا۔ شاندار بستر دیا اور صبح کو نہایت عُمدہ ناشتہ دیا۔ ربوہ آکر خاکسار نے ان کی خدمت میں شکریہ کا خط تحریر کیا۔

راستے میں سائیکل خراب ہوگیا تھا۔ کم وبیش خاکسار کو بیس بائیس میل پیدل بھی چلنا پڑا تقی آباد پہنچنے سے قبل بھی ایک راہ گیر کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی جلسہ سالانہ پر ربوہ آنے کا وعدہ کیا۔ الحمد للہ سفر کے دوران ذکر الٰہی اور دعائیں کرنے کا خوب موقع ملا۔ ناچیز ۲۲ اکتوبر کی شام کو ربوہ پہنچا تھا۔ بفضل تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کی ساری کارروائی سے بھی خاکسار نے استفادہ کیا اور اس کے بعد انصار اللہ کے اجتماع سے بھی خوب فائدہ اٹھایا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی خاکسار کو سائیکل پر اجتماع میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت کی مہم

قسط نمبر ۲۔

ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت کی مہم خدا تعالیٰ کے فضل سے جاری ہے اس سلسلہ میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدرِ مجلس انصاراللہ مرکزیہ کی تحریک پر پاکستان کے مختلف علاقوں میں متعین مربیان کرام نے خاص تعاون فرمایا ہے۔ بعض مربیان کرام کے اسمائے گرامی بغرض دعا قبل ازیں روزنامہ الفضل اور ماہنامہ انصاراللہ بابت ماہ صلح / جنوری ۱۳۶۱ ہش / ۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ ذیل میں ان مربیان کرام کے اسماء درج کئے جا رہے ہیں جنہوں نے یا تو اپنا ٹارگٹ پورا کر دیا ہے یا کافی حد تک پورا کرنے کی کوشش میں ہیں۔ دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کی کوششوں میں برکت دے اور ان سب کو اعلیٰ رنگ میں دین کی خدمت کی توفیق بخشے آمین۔

نمبر شمار	نام مربی صاحبان	مقررہ ٹارگٹ	کامیابی	باقی
۱	مکرم مولانا برکت اللہ صاحب محمود مربی ملتان	۱۰۰	۱۰۰	-
۲	مکرم مولانا روشن دین صاحب مربی کوئٹہ	۱۰۰	۴۵	۵۵
۳	مکرم مختار احمد صاحب چیمہ مربی مقیم کنری	۲۵	۳۲	-
۴	مکرم مولوی ناصر احمد صاحب قمر مربی مقیم بہاولنگر	۲۵	۲۵	-
۵	مکرم مولوی لئیق احمد صاحب طاہر مربی مقیم سانگھڑ	۲۵	۲۵	-
۶	مکرم طاہر مہدی امتیاز صاحب مربی مقیم منڈی بہاؤالدین	۲۵	۱۱	۱۴
۷	مکرم مولوی امداد الرحمٰن صاحب صدیقی مربی مقیم ملتان	۲۵	۱۱	۱۴
۸	مکرم حافظ محمد سلیمان صاحب مربی مقیم کمرونڈی	۲۵	۸	۱۷
۹	مکرم مولوی شریف احمد صاحب مربی مقیم بہاولپور	۲۵	۷	۱۸

مینیجر ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ

ترقی کا ذریعہ

"سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظُلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبّر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو۔ گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیّت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ۔ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں۔ مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو۔ نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو۔ نہ خود پسندی سے اُن پر تکبّر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دُنیا سے دِل برداشتہ رہو۔ اور اُسی کے ہو جاؤ۔ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے۔ اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے۔ اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ۔ اور پاک ہو جاؤ۔ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر ہے۔ یا ریاء ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے۔ تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۸، صفحہ ۱۹ نیا ایڈیشن)